قرآن کریم اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بینات

جلد: ۸۲ شمارہ: ۷

رجب المرجب: ۱۴۴۰ھ - اپریل: ۲۰۱۹ء

قیمت فی شمارہ: ۳۵ روپے ، زرِ سالانہ: ۴۰۰ روپے

مدیر / مدیر مسئول
مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر

نائب مدیر
مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

مدیر معاون
مولانا محمد اعجاز مصطفی

ناظم
مولانا فضل حق یوسفی

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ ''بینات'' جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن
کراچی، پوسٹ کوڈ: 74800، پوسٹ بکس نمبر: 3465
فون دفتر ''بینات'': 021-34927233

اکاؤنٹ نمبر

اکاؤنٹ نمبر: 0101900-397-7 برانچ کوڈ: 00816
مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

ریاست ہائے متحدہ امریکہ، جنوبی افریقہ، تھائی لینڈ، ناروے، ویسٹ
انڈیز وغیرہ: 35 امریکی ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، مسقط، بحرین، عمان، ایران، انڈیا
وغیرہ: 27 امریکی ڈالر
بنگلہ دیش: 25 امریکی ڈالر

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن
فون: 34913570 - 34123366 - 34121152 **Ext.** 146 - 147
فیکس: +92-21-34919531
Web: www.banuri.edu.pk ***Email***: bayyinat@banuri.edu.pk

ناشر: مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر **مطبع**: ایجوکیشنل پریس **طابع**: فیروز زکی

فہرستِ مضامین

بصائر و عبر

حالتِ جنگ میں مسلم فوج وقوم کا کردار!	۳	محمد اعجاز مصطفیٰ

مقالات و مضامین

پاک بھارت جنگ!	۱۳	محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ
لائحۂ عمل ..... برائے: فضلاء جامعۃ العلوم الاسلامیۃ	۱۹	حضرت مولانا محمد بدیع الزمانؒ
موت الانبیاء علیہم السلام	۲۳	حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ
فقہ اور اصولِ فقہ کی تدریس! (قسط:۱)	۲۷	مفتی رفیق احمد بالاکوٹی
عائلی قوانین کی دفعہ بندی: متن قانونِ ثبوتِ نسب (قسط:۱)	۳۴	مفتی شعیب عالم
سورۂ یوسف پر ایک محاوراتی نظر	۴۳	مولانا فخر الاسلام المدنی
خوانِ بنوریؒ سے مولانا اورکزئیؒ کی خوشہ چینی (قسط:۳)	۵۳	مرسلہ: مولانا محمد طفیل کوہاٹی

یادِ رفتگان

مولانا رشید اشرف سیفیؒ کا سانحۂ ارتحال!	۵۸	مولانا طلحہ رحمانی

دار الافتاء

شبِ معراج کی تعیین اور مخصوص عبادات کا حکم	۶۳	ادارہ

حالتِ جنگ میں مسلم فوج وقوم کا کردار!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علٰی عبادہِ الذین اصطفٰی

خطۂ کشمیر میں آج سے ۷۳۳ سال پہلے اسلام داخل ہوا۔ سب سے پہلے مسلمان سید شرف الدین عبدالرحمٰنؒ عرف بلبل شاہ یا بلاول شاہ نے یہاں قدم رکھا۔ اُن کے نام پر سری نگر میں آج ایک محلّہ اور مسجد کا نام موجود ہے۔ اُن کے ہاتھ پر والیِ کشمیر رینچن نے کلمۂ اسلام پڑھا اور اپنا نام صدرالدین رکھا، اس کے بعد پانچ سو سال تک مسلمانوں نے کشمیر پر حکومت کی۔ اس کے بعد سکھوں نے اس خطہ پر قبضہ کیا، پھر سکھوں سے اس ملک کو انگریزوں نے چھینا۔ انگریزوں کو تاوان ادا کر کے ڈوگرہ قوم نے کشمیر کو ایک سو سال تک اپنے تسلُّط میں رکھا، انہیں ڈوگروں نے مسلمانوں پر ظلم و جبر کے پہاڑ توڑے، جس کی بنا پر ۱۹۳۱ء میں مجلسِ احرارِ اسلام نے حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری قدس سرہٗ اور دوسرے اکابر زعماء کی قیادت میں اُن کے خلاف اعلانِ جنگ کیا اور کشمیر چلو تحریک چلائی، جس کے تحت چالیس ہزار کے قریب رضا کاروں نے کشمیر پہنچ کر اپنے کشمیری بھائیوں کی حمایت میں خود کو قید و بند کے لیے پیش کیا، اس تحریک کے نتیجہ میں کشمیر میں سیاسی بیداری پیدا ہوئی۔

اسی اثناء میں ۱۹۴۷ء میں ہندوستان تقسیم ہوا اور ملکِ پاکستان وجود میں آیا۔ تقسیم کے وقت آزاد ریاستوں کو اختیار دیا گیا کہ جس ملک کے ساتھ اِلحاق کرنا چاہیں ان کو اختیار ہے۔ مہاراجہ

ہری سنگھ جو اس وقت کشمیر کا حکمران تھا، اس نے کشمیر کی اکثریتی مسلمان قوم کی مرضی کے برعکس ہندوستان کے ساتھ اِلحاق کا فیصلہ کیا۔ مسلمانوں نے اس پر زبردست احتجاج اور علماء کرام نے جہاد کا فتویٰ دیا۔ مسلمانوں نے سری نگر کی طرف یلغار کردی۔ اقوام متحدہ نے مداخلت کی اور یہ کہہ کر جنگ بندی کرادی کہ مذاکرات کے ذریعہ عوام کا یہ حق تسلیم ہے کہ انہیں آزادانہ استصوابِ رائے کے ذریعہ اپنے مستقبل کا خود فیصلہ کرنے کا موقع دیا جائے۔ تب سے بھارت کشمیر پر طاقت کے زور سے قابض ہے اور کشمیری عوام کو حقِ خود اِرادیت دینے سے انکاری ہے، آج ستر سال ہوگئے، جب سے اقوامِ متحدہ اور عالمی طاقتیں خاموش تماشائی کا کردار ادا کررہی ہیں، اور کشمیری عوام اپنی آزادی اور خودمختاری کے لیے مسلسل قربانیاں پیش کررہے ہیں۔

قرآن وسنت کی روشنی میں سات وجوہ ایسی ملتی ہیں، ان میں سے ایک وجہ بھی جہاں پیدا ہوجائے تو وہاں کے مقامی لوگوں پر فریضۂ جہاد کا بجالانا واجب ہوجاتا ہے اور جب تک وہ لوگ اس فریضہ سے سبکدوش نہ ہولیں، ان کو کسی دوسرے شغل میں بطریقِ استقلال مشغول ہونے کی اجازت نہیں۔ جہادِ کشمیر کے مسئلہ میں ان ساتوں وجوہات میں سے جس وجہ کو میزانِ عقل وخرد اور انصاف پر تولنا چاہیں تول لیں، ہر حال اور ہر صورت میں جہادِ کشمیر اس پر پورا اُترے گا، وہ سات وجوہ درج ذیل ہیں:

ا:- اعلائے کلمۃ اللہ.... اس سے مراد یہ ہے کہ اسلام اور اہل اسلام کا اقتدار اس قدر مضبوط اور وسیع کیا جائے، نہ صرف یہ کہ کسی غیرمسلم طاقت کو یہ جرأت نہ ہو کہ وہ افرادِ اُمت میں سے کسی فرد کو کسی فتنہ (خواہ وہ مذہبی ہو یا دنیوی) میں مبتلا کرسکے، بلکہ وہ سب کے سب اسلام کے سیاسی اقتدار کے سامنے سرِتسلیم خم کردیں اور اسلام کا ہر حکم ہر جگہ بلاچوں وچرا نافذ ہو، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

ا: ’’وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ۔‘‘ (الانفال:۵)

’’اور لڑتے رہو اُن سے یہاں تک کہ نہ رہے فساد اور ہوجائے حکم سب اللہ کا۔‘‘

۲: ’’أُمرتُ أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إلٰه إلا اللّٰه وأن محمدًا رسول اللّٰه ويقيموا الصلاة ويؤتوا الزكوة ، فإذا فعلوا ذلك عصموا منى دمائهم وأموالهم إلا بحق الإسلام وحسابهم على اللّٰه۔‘‘ (متفق علیہ، کذا فی مشکوۃ، کتاب الایمان)

’’حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

میں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اس بات پر مامور کیا گیا ہوں کہ لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں کہ وہ گواہی دیویں اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز پڑھیں اور زکوۃ ادا کریں۔ ہاں! اگر قوانینِ اسلام کی خلاف ورزی سے وہ کہیں مواخذہ میں آجاویں تو یہ دوسری بات ہے اور اُن کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے ہے۔''

۲:-حفاظتِ خود اختیاری کے لیے لڑنا.......اس سے مراد اس ظلم وتشدد کا دفع کرنا ہے جو مسلمانوں پر محض ان کے مسلمان ہونے کی وجہ سے کفار ومشرکین کے ہاتھ سے ظہور میں آتا ہے۔ ان کے ظلم وجور سے بچنے کے لیے انہیں کفار کے مقابلہ میں تلوار اُٹھانا اور تاوقتیکہ ظالموں کا زور ٹوٹ نہ جائے، جہاد برپا رکھنا ضروری ہے، چنانچہ فرمایا:

۱:''أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَإِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۔'' (الحج:۳۸-۳۹)

''ان مظلوم مسلمانوں کو جن کے ساتھ مشرکین (خواہ مخواہ) جنگ وجدال برپا رکھتے ہیں، اُن کو ان کی مظلومیت کی بنا پر دفعیۂ ظلم کی خاطر (ان کفار کے مقابلہ میں) تلوار اُٹھانے کی اجازت دی جاتی ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی امداد پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ وہ ستم رسیدہ لوگ ہیں جن کو (محض مسلمان ہونے کی بنا پر) گھروں سے نکالا گیا ہے۔ (ان کا جرم صرف یہی ہے) کہ وہ کہتے ہیں کہ پروردگار ہمارا صرف اللہ ہی ہے۔''

۲:''من قتل دون نفسہٖ فھو شھید، ومن قتل دون مالہٖ فھو شھید، ومن قتل دون عرضہٖ فھو شھید.'' (رواہ ابوداؤد عن سعید بن زید، کذا فی المشکوۃ، باب مالایضمن من جنایات)

''جو شخص اپنی جان کی حفاظت کے سلسلہ میں دشمنوں کے ہاتھ سے مارا جائے وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے مال کی حفاظت کے ذیل میں مارا جائے تو وہ بھی شہید ہے اور جو شخص اپنی ناموس کی حفاظت کے ذیل میں مارا جائے وہ بھی شہید ہے۔''

۳:-بے بس مسلمانوں کو کفار سے نجات دلانے کے لیے لڑنا.....اس بارے میں اللہ تعالیٰ آزاد مسلم ممالک اور ان کے اندر بسنے والے مسلمانوں کو مظلوم اور بے بس مسلمان مردوں اور عورتوں اور بچوں کی طرف سے وکالت کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں:

''وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ

الَّـذِیْـنَ یَـقُـوْلُوْنَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ ھٰـذِہِ الْقَرْیَۃِ الظَّالِمِ أَھْلُھَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا۔'' (النساء:۷۵)

''اور (اے آزاد مسلمانو!) تمہارے لیے کیا عذر ہے کہ تم راہِ اللہ میں اور ان بے بس (مسلم) مردوں، عورتوں اور بچوں کی حمایت میں جو مشرکین کے بلاد میں آباد ہونے کی وجہ سے ان کے مظالم کا تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں، اُن کو ان کے ظلم و جور سے نجات دلانے کی خاطر نہیں لڑتے ہو جو (دن رات میرے حضور میں یوں) فریاد کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکلنے کی کوئی راہ پیدا کر، یہاں کے لوگ ہم پر بہت ظلم کررہے ہیں اور (خود ہی) اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا اور (خود ہی) اپنی طرف سے ہمارے لیے کوئی مددگار مقرر کر۔''

۴:- کفار سے انتقام لینے کی خاطر لڑائی کرنا....... یہ بھی جہاد فی سبیل اللہ کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔ خواہ اُن کے ہاتھ سے فقط ایک ہی مسلمان پر ظلم ہوا ہو، جس کی مثال سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ کے اندر پائی جاتی ہے جو بیعتِ رضوان سے مشہور ہے۔ آج کشمیر کے اندر بسنے والے مسلمانوں کی مظلومیت کی داستان ایسی نہیں جو ہماری آنے والی نسلوں کو قیامت تک بھول سکے۔ کشمیر میں ہر مسلم کا گھر آج ماتم کدہ دکھائی دیتا ہے۔ کوئی زبان نہیں جو اُن پر مرثیہ خواں نہ ہو اور کوئی آنکھ نہیں جو اُن پر خون کے آنسو نہ بہاتی ہو۔

۵:- عہد شکنی کی بنا پر کفار و مشرکین سے لڑنا...... یہ بھی جہاد ہے۔ جنگ و جدال برپا کرنے، دشمن کی جنگی قوت سے خالی الذہن ہوکر بے دریغ لڑنے کے بارہ میں قرآن کریم میں کئی بار تذکرہ آیا ہے اور یہ کہ مسلمانوں پر آئندہ کے ساتھ بدعہدی کرنے کی جرأت نہ ہو، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

۱:''وَإِنْ نَّکَثُوْا أَیْمَانَھُمْ مِّنْ بَعْدِ عَھْدِھِمْ وَطَعَنُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ فَقَاتِلُوْا أَئِمَّۃَ الْکُفْرِ إِنَّھُمْ لَا أَیْمَانَ لَھُمْ لَعَلَّھُمْ یَنْتَھُوْنَ۔'' (التوبۃ:۱۲)

''اگر مشرکین عہد کے پیچھے اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین کے اندر مین میخ نکالیں تو تم لوگ اس نیت سے کہ وہ لوگ عہد کی خلاف ورزی اور دینِ اسلام کی توہین کے بازار میں کفر کے سرغنوں اور کفر کے لیڈروں سے خوب لڑو۔''

۲:''قَاتِلُوْھُمْ یُعَذِّبْھُمُ اللّٰہُ بِأَیْدِیْکُمْ وَیُخْزِھِمْ وَیَنْصُرْکُمْ عَلَیْھِمْ وَیَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَیُذْھِبْ غَیْظَ قُلُوْبِھِمْ وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ.'' (التوبۃ:۱۴)

’’اے مسلمانو! تم ان (عہد شکن فساد پیشہ مشرکین) سے (ضرور) لڑو۔ اللہ تعالیٰ (اس کام کے چھ نتیجے پیدا کرے گا) اول: ان کو تمہارے (کمزور) ہاتھوں سے عذاب کرے گا۔ دوم: ان کو ذلیل کرے گا۔ سوم: تم کو اُن پر غلبہ دلائے گا۔ چہارم: مسلمانوں کے سینوں کے لیے (جو کفار کی مسلم کشی اور مستورات کی عصمت ریزی سے زخمی ہو چکے ہیں) مرہمِ شفا بہم پہنچائے گا۔ پنجم: مسلمانوں کے دلوں میں (مشرکین کے ظلم وتشدد کی وجہ سے) جو غیظ وغضب بھرا ہوا ہے، اس کو نکالنے کی راہ پیدا کرے گا۔ ششم: ان کفار ومشرکین میں سے جتنوں کو چاہے گا (اسلام کی نعمت سے سرفراز کرے گا) اپنی مہربانی کا ظہور فرمائے گا اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔‘‘

عہد شکن مشرکین اور کفار کو روئے زمین کی بدترین مخلوق قرار دیا گیا ہے اور میدانِ جنگ میں ان پر قابو پانے کی صورت میں اُن کے اس طرح قتلِ عام اور تعذیب کی طرف راہ نمائی کی ہے کہ اُن کی آنے والی نسلیں عبرت پذیر ہوں اور انہیں اہلِ اسلام کے ساتھ عہد شکنی کی کبھی جرأت نہ ہونے پائے۔

آنحضرت ﷺ نے سنہ ۸ ہجری میں اہلِ مکہ پر جو لشکر کشی کی، اس کی وجہ بھی عہد شکنی ہی ہوئی تھی۔ اس سے پہلے سنہ ۴ ہجری میں یہود کے قبیلہ بنی نضیر کے مدینہ منورہ سے نکالے جانے کا واقعہ جس کے اندر اُن کے جوان مارے گئے اور ان کی عورتیں اور بچے اسیر ہوئے، یہ سب واقعات عہد شکنی کی وجہ سے رونما ہوئے۔

کاش! ہماری حکومت سیکورٹی کونسل کے فیصلوں پر تکیہ لگانے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے اَٹل وعدوں پر بھروسہ کرتی تو آج کشمیر بھی پاکستان کے پاس ہوتا اور پاکستان ہمیشہ سے اس دشمن ملک کے خطرے سے محفوظ رہتا۔

۶:- آزادیِ وطن اور قوم کے لیے جنگ کرنا..... اس سے مراد یہ ہے کہ ایک ملک پہلے مسلمانوں کے قبضہ میں تھا، اس کے بعد کسی وجہ سے اس پر کافروں کا تسلط ہو گیا اور وہاں کی مسلم آبادی کفار کی رعیت اور غلام بن گئی اور انہوں نے جس طرح چاہا، ان کے مال وجان میں تصرف کرنا شروع کر دیا۔ اب اس وطن کو پھر سے کفار کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے جو جنگ لڑی جائے گی، اُسے قومی اور وطنی جنگ نہیں کہا جائے گا، بلکہ قرآن مجید کی اصطلاح میں وہ جنگ بھی ’’قتال فی سبیل اللہ‘‘ کے مقدس نام سے یاد ہوگی۔ کیونکہ مسلم قوم کی دنیا‘ دین سے کوئی الگ چیز نہیں، بلکہ دونوں کے درمیان ایک ناقابلِ انفکاک رابطہ ہے۔ ایک کی زندگی دوسری کی زندگی پر موقوف ہے، جیسے روح اور بدن کا

تعلق ہے۔ اگر مسلم قوم کے ہاتھ سے اس کا ملک نکل جائے اور اس پر کفار قابض ہوجائیں تو اس کے ساتھ ہی اس کا دین مفلوج ہوجاتا ہے، اس لیے اس وطن کا کفار سے نجات دلانا ہر قیمت پر مسلم قوم کے تمام مذہبی فرائض میں سے اہم فریضہ ہوجاتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کی مثال جالوت اور طالوت کے قصہ میں ملتی ہے۔

۷:- ایک مظلوم اور بے بس مسلم قوم کو حکومت کی غلامی اور استبداد سے نجات دلانے کی خاطر جو جنگ لڑی جائے گی، وہ بھی سب سے بڑا جہاد فی سبیل اللہ کہلائے گی اور اس کے اندر لڑنے والے ان تمام نوازشات اور مبشرات کے مستحق ہوں گے، جو قرآن مجید نے مجاہدینِ ابرار اور شہدائے صداقت شعار کے لیے مخصوص اور موعود فرمائی ہیں۔ اس کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعہ کے اندر آپ کو ملے گی۔

یہ سات ایسی وجوہ ہیں جن کی بنا پر کشمیر کے مسلمانوں کا انڈیا کی فورسز کے خلاف لڑنا جہاد ہے اور پوری اُمتِ مسلمہ کا ان کی مدد کرنا مذہبی، سیاسی اور اخلاقی فریضہ بن جاتا ہے۔ خصوصاً پاکستان پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اس لیے کہ کشمیری اپنی عزت، مال، جان اور سب کچھ کی قربانیاں پاکستان ہی کے لیے دے رہے ہیں۔

....

بہرحال اقوامِ متحدہ اور عالمی برادری کو اس مسئلہ کی طرف متوجہ کرنے کے لیے ۲ رفروری ۲۰۱۹ء بروز ہفتہ کو اسلام آباد میں جمعیت علمائے اسلام نے مسئلہ کشمیر پر ایک مشاورتی آل پارٹیز کانفرنس بلائی، جس میں پاکستان کی تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں کے علاوہ آزاد کشمیر کے صدر اور وزیر اعظم نے بھی شرکت کی، اس کانفرنس کے اختتام پر درج ذیل اعلامیہ جاری کیا گیا:

> ''مولانا فضل الرحمٰن نے کل جماعتی مشاورتی کانفرنس کے اختتام پر اعلامیہ جاری کرتے ہوئے کہا کہ: یہ اجلاس بھارت کی جانب سے مقبوضہ کشمیر میں جاری غیر انسانی جبر و استبداد اور ریاستی دہشت گردی کے ذریعے غاصبانہ قبضے کی بھرپور مذمت کرتا ہے۔ یہ اجلاس آزادی کے شہیدوں کو سلام اور خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے مظلوم کشمیریوں کو یقین دلاتا ہے کہ مسئلہ کشمیر جو کہ ایک سیاسی اور انسانی المیے میں تبدیل ہو چکا ہے کے مستقل حل اور منطقی انجام تک ان کی مکمل سیاسی، اخلاقی اور سفارتی حمایت پورے عزم و استقلال کے ساتھ جاری رکھے گا۔ تمام مجاہدین اور کشمیریوں کی جدوجہدِ آزادی کی حمایت کرتے ہیں۔ یہ اجلاس تحریکِ آزادیِ کشمیر کو کچلنے کی غرض سے بھارتی افواج کی

جانب سے غیر انسانی ہتھکنڈوں کے ذریعہ کشمیریوں کو گزشتہ ستر سالوں سے ظلم وستم کا نشانہ بنانے اور اس کے نتیجے میں تقریباً ایک لاکھ سے زائد بے گناہ کشمیریوں کو شہید کیے جانے، بالخصوص عورتوں کی بے حرمتی، نوجوانوں کی گمشدگی اور گمنام قبروں جیسے روح فرسا واقعات پر عالمی اداروں اور عالمی طاقتوں کی مجرمانہ خاموشی پر افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ اس ضمن میں یاد رہے کہ صرف اکتوبر ۲۰۱۸ء میں قابض بھارتی افواج کی جانب سے اقوام متحدہ کے تفویض کیے گئے اختیارات کا ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے محض طاقت کا وحشیانہ، غیر دانشمندانہ اور غیر انسانی مظاہرہ کیا گیا اور کشمیری نوجوانوں کو آزادی کی تحریک کے لیے آواز اُٹھانے پر عسکریت پسند اور دہشت گرد ظاہر کرکے بے دردی سے بم دھماکوں اور بے رحمانہ فائرنگ سے شہید کردیا گیا اور اُن کے جسدِ خاکی کی کھلے عام بے حرمتی کی گئی، جس کا مقصد مظلوم کشمیری عوام کی آزادی اور حصولِ حقِ خودارادیت مانگنے کی وجہ سے نشانِ عبرت بنانا مقصود تھا، تاکہ اُنہیں اپنے بنیادی حق سے محروم رکھا جائے۔ ہم بھارت کی ایسی تمام ناپاک حکمت عملیوں اور استبدادی ہتھکنڈوں کی بھرپور مذمت کرتے ہیں۔ یہ اجلاس اقوام متحدہ اور عالمی طاقتوں پر زور دیتا ہے کہ وہ مسئلہ کشمیر کے منصفانہ حل اور اقوامِ متحدہ کی قراردادوں کی روشنی میں کشمیریوں کی حقِ خودارادیت کے لیے فوری طور پر اپنا بھرپور کردار ادا کریں، بالخصوص گزشتہ دنوں اقوامِ متحدہ کی انسانی حقوق کونسل، او آئی سی اور برطانوی پارلیمنٹ کی آل پارٹی کشمیر گروپ کی سفارشات کی روشنی میں ایک آزاد اور خودمختار کمیشن بنایا جائے جو مقبوضہ کشمیر میں بھارتی افواج کی جانب سے کی جانے والی غیر قانونی کارروائیوں کی تحقیق کرے۔ نیز عالمی انسانی حقوق کے نمائندہ اداروں کو مقبوضہ کشمیر میں دورے کی اجازت دلوائی جائے، تاکہ اقوامِ عالم میں بھارت کا اصل چہرہ بے نقاب ہوسکے۔ یہ اجلاس جنوبی ایشیا میں پاک چین اقتصادی راہداری جیسے طویل المیعاد ترقیاتی منصوبوں کے لیے امن وامان اور سازگار ماحول کی ضمانت فراہم کرنے کی غرض سے جموں وکشمیر جیسے دیرینہ مسئلے کو بلاتاخیر حل کرنے کی ضرورت پر زور دیتا ہے، تاکہ خطے میں دیگر ہمسایہ ممالک کے ساتھ مل کر غربت، جہالت اور دہشت گردی کا مکمل خاتمہ کیا جاسکے۔ اجلاس مسئلہ کشمیر پر حکومتی سردمہری کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے حکومت پر واضح کرتا ہے کہ وہ اس سلسلے میں قومی اور عوامی اُمنگوں کی ترجمانی کرتے ہوئے کشمیر میں ہونے والے وحشیانہ مظالم پر

بین الاقوامی اداروں میں مقدمۂ کشمیر پیش کرے اور بھارتی مظالم سے پوری دنیا کو آگاہ کرنے کے لیے پاکستانی سفارت خانوں اور دیگر ذرائع سے مسئلہ کشمیر کو اُجاگر کرے۔ اجلاس دنیا پر واشگاف الفاظ میں واضح کردینا چاہتا ہے کہ امن کے لیے پاکستان کی کوششوں کو اس کی کمزوری سے تعبیر نہ کیا جائے۔ امن کے دشمن یاد رکھیں کہ پاکستان ایک ایٹمی طاقت ہے، اور وہ اپنی نظریاتی اور جغرافیائی حدود کی حفاظت اور پاسداری کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ اجلاس ایک قرارداد کے ذریعہ بھارت کی سیاسی قیادت کو یہ پیغام دیتا ہے کہ وہ منفی اور مذہبی تنگ نظری جیسی سوچ پر نظرثانی کرے اور پرامن بقائے باہمی جیسے زریں اُصولوں پر عمل کرتے ہوئے پاکستان کی طرف سے پیش کردہ تجاویز پر از سرِنو حقیقت پسندانہ غور وفکر کرے اور ایک عملی پروگرام ترتیب دیا جائے۔‘‘

....

دوسری طرف برطانیہ کی پارلیمنٹ میں یومِ کشمیر کی تقریب منانے کا اعلان کیا گیا، جس میں ہمارے وزیرخارجہ بھی شریک ہوئے، اس میں مقبوضہ کشمیر میں بھارت کے مظالم اور خون ریز تشدد کے مناظر سامنے لائے گئے، جس پر بھارت بہت سیخ پا ہوا اور اس تقریب کو روکنے کا اس نے مطالبہ کیا ہوا تھا، شاید اس خفت اور سبکی کو مٹانے کے لیے اس نے اپنی ایجنسیوں کے ذریعہ خود ہی پلوامہ میں خودکش بمبار کے ذریعہ اپنی فوجیوں کی بس پر حملہ کرایا، جس سے چالیس سے زائد بھارتی فوجی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ شنید ہے کہ اکثر فوجی سکھ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ اس حملہ کی مماثلت بظاہر ۱۱/ ۹ کے حملہ سے بھی ہوتی ہے، جس میں اکثر یہودی اس دن چھٹی پر بھیج دیئے گئے اور بلڈنگ میں باقی موجود لوگ اس کا نشانہ بنے۔ اسی طرح اس فوجی بس میں لگتا ہے کہ شاید ہندو کمیونٹی کو چھوڑ کر صرف سکھ برادری سے تعلق رکھنے والے فوجیوں کو بٹھایا گیا تھا اور یہ بھی کہا جارہا ہے کہ انڈین آرمی کے جوانوں نے کچھ عرصہ قبل اس کشمیری بمبار نوجوان کو پکڑا اور اس کے ساتھ ذلت آمیز سلوک کرتے ہوئے اُسے زمین پر ناک رگڑنے پر مجبور کیا تھا، جس کی وجہ سے اس کے اندر انتقام کی آگ جوش مارتی رہی اور اس نے اس انداز میں اپنا بدلہ لیا۔ بہرحال وجہ کوئی بھی ہو، بھارت نے بلا سوچے سمجھے اس دھماکہ کے فوری بعد اس کا الزام پاکستان پر تھوپ دیا۔ پاکستان کے وزیراعظم نے پیش کش بھی کی کہ آپ ثبوت دیں، ہم کارروائی کریں گے، جیسا کہ وزیراعظم نے کہا:

’’اسلام آباد (اے پی پی) وزیراعظم عمران خان نے بھارت کو پلوامہ حملے کی تحقیقات میں تعاون کی پیشکش کرتے ہوئے خبردار کیا ہے کہ اگر بھارت نے حملہ کیا تو پاکستان

جواب دینے کا سوچے گا نہیں، بلکہ جواب دے گا۔ جنگ شروع کرنا آسان مگر ختم کرنا انسان کے ہاتھ میں نہیں۔ جنگ شروع کی گئی تو بات کہاں تک جائے گی، یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ بھارت کے پاس پاکستان کے ملوث ہونے کے کوئی شواہد ہیں تو ہمیں فراہم کرے، ہم کارروائی کریں گے۔ پلوامہ حملے کا ہمیں کیا فائدہ ہے؟ انڈیا نے بغیر ثبوت الزام لگا دیا ....افغانستان کی طرح کشمیر کا مسئلہ بھی بات چیت سے ہی حل ہوگا۔ بھارت سوچے کہ کشمیری نوجوانوں میں موت کا خوف کیوں ختم ہوگیا ہے۔'' (روزنامہ جنگ،۲۰ فروری ۲۰۱۹ء)

لیکن بھارت نے ثبوت کیا دینے تھے، اچانک اس نے پاکستان کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بالاکوٹ کے قریب بمباری کردی اور جھوٹ بولا کہ ہم نے پاکستان کے تین سو آدمی شہید کردیئے، حالانکہ جہاں بمباری ہوئی، وہاں چند درختوں کا نقصان اور ایک ''کوّا'' مرا ہوا پایا گیا۔ پاکستان نے پھر بھی حوصلے سے کام لیا اور دوسرے دن پھر اس کے جہازوں نے پاکستانی حدود میں گھسنے کی کوشش کی تو پاک ایئرفورس کے جوانوں میں سے محمد حسن صدیقی مردِ میدان، جانباز اور جواں ہمت نوجوان فوجی نے انہیں دبوچ لیا اور اس کے دو جہاز مار گرائے، ایک پاکستانی حدود میں گرا اور دوسرا بھارتی حدود میں گر کر تباہ ہوا، جب کہ اس کا ایک پائلٹ پاکستانی فوج نے پکڑ لیا، جس سے بھارت کا غرور خاک میں مل گیا۔

الحمد للہ! پاکستانی قوم نے اپنی افواج کی بہادری اور جرأت پر خوشیاں منائیں اور افواج کے شانہ بشانہ لڑنے کے عزم کا اظہار کیا۔ یکم مارچ ۲۰۱۹ء بروز جمعہ کو اپنی افواج کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے ملک بھر کی تمام مساجد میں اپنی افواج کے حق میں بیانات کیے گئے اور پورے ملک کی تمام مذہبی اور سیاسی جماعتوں نے بالخصوص جمعیت علمائے اسلام اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی اپیل پر ملک میں ریلیاں نکالی گئیں اور جلسے جلوس کیے گئے۔

ادھر پاکستان کی قومی اسمبلی اور سینٹ کا مشترکہ اجلاس ہوا، جس میں مکمل اتحاد و اتفاق سے اپنی افواج کی صلاحیتوں پر اعتماد اور ان کے پشت پر کھڑے رہنے کے عزم کا اظہار کیا گیا۔ اس موقع پر وزیراعظم نے ایک بار پھر بھارت کو تمام تصفیہ طلب مسائل پر مذاکرات کرنے کا اعادہ کیا اور کہا کہ: پاکستانی قوم ٹیپو سلطان کو اپنا آئیڈیل مانتی ہے۔ اگر بھارت نے مزید جنگ کی کوشش کی تو پھر ہم بھی جواب دینے کے لیے تیار ہوں گے۔

البتہ وزیراعظم نے بھارت کے پائلٹ کو چھوڑ دینے کا جو اعلان کیا، پاکستانی قوم میں سے اکثریت نے اس کی وجہ سے کافی اضطراب اور پریشانی کا اظہار کیا اور کہا کہ وزیراعظم عمران خان

صاحب کو اگر پائلٹ کو چھوڑنا ہی تھا تو اتنا جلدی کرنے کی کیا ضرورت تھی، اس لیے کہ جب بھارت پاکستان سے اپنے پائلٹ کو چھوڑنے کا مطالبہ کرتا تو بھارت سے پاکستانی قیدیوں کے بارہ میں کئی شرائط منوائی جاسکتی تھیں۔ بہرحال پاکستانی قوم متحد ہے اور وہ اپنی فوج کے شانہ بشانہ لڑنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہے۔

....

خطہ کی موجودہ صورتِ حال کے پیش نظر صرف ISPR اور وزارتِ اطلاعات کی پریس ریلیز پر اعتماد کریں اور خواہ مخواہ مواد کو بغیر تحقیق کے شیئر کرنے سے گریز کریں۔ Disinformation بھی دشمن کا ہتھیار ہوتا ہے، اس سے دشمن کو فائدہ، ملک کو نقصان اور عوام میں بد دلی پیدا ہونے کا خدشہ ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کی حفاظت فرمائے۔ پاک فوج کی کسی بھی موومنٹ کی ویڈیو کو سوشل میڈیا پر جاری کرنے سے اجتناب کیجیے، یہ ایک جرم بھی ہے اور دشمن کو بے خبر رکھنے کے لیے لازم بھی ہے، اس لیے احتیاط کیجیے اور پاکستان آرمی کی کسی بھی قسم کی مومنٹ کی ویڈیو یا تصویر سوشل میڈیا پر اپلوڈ نہ کیجیے۔

اس کے علاوہ دشمن کی چالوں کو سمجھیے، دشمن کی جھوٹی اور من گھڑت باتوں پر یقین نہ کریں، اپنے ملک کی فوج، نیوی اور ائیرفورس پر بھروسہ رکھیں اور خصوصی طور پر ان کے لیے اور پاکستان کے لیے دعا کریں۔ اللہ پاک اس پاک دھرتی پاکستان کو تا قیامت قائم دائم رکھے، پوری قوم اپنی پاک فوج کے ساتھ کھڑی ہے۔ ہم ان ۳۱۳ کے وارث ہیں جنہوں نے ساڑھے چودہ سو سال قبل اپنے سے کئی گنا بڑے لشکروں کو شکستِ فاش دی۔ ہم خالد بن ولیدؓ، طارق بن زیادؒ، سلطان محمود غزنویؒ، صلاح الدین ایوبیؒ، سلطان ٹیپوؒ اور محمد بن قاسمؒ کے وارث ہیں۔ تاریخ شاہد ہے، ہم طاقت میں اپنے سے کئی گنا پر غالب آئے ہیں۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اللہ تعالیٰ ہمارے کشمیری بھائیوں کو جلدی آزادی نصیب فرمائے، ہمارے ملک پاکستان کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدات کی حفاظت فرمائے۔ جس طرح آج انڈیا جارحیت کے خلاف پوری قوم متحد و متفق ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ ہمیشہ اُسے متحد اور متفق رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ سیدنا محمد وعلی آلہٖ وصحبہٖ أجمعین

پاک بھارت جنگ

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

الحمد للہ کہ ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء مطابق ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ء کے مبارک دن مملکتِ خداداد پاکستان میں ایک جدید اور مقدس باب کا افتتاح ہوگیا، یہ تاریخ پاکستان کی قومی زندگی کی کتاب میں ایک نئے باب کا آغاز ہے، اور پاکستان کی عزت ومجد کے عنوانات میں ایک شاندار عنوان کا اضافہ ہے۔ مہاجر قوم کے بعد مجاہد قوم! اور ہجرت کے بعد جہاد! سبحان اللّٰہ، نور علی نور۔ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی قابلِ قدر اور لائقِ صد تشکُّر نعمت ہے۔

چند اہم حقیقتیں اور قابلِ عبرت بصیرتیں بھی اس مبارک افتتاح میں منظر عام پر آ گئیں:

۱:- ہندوستانی حکومت کی بدنیتی، مکاری، عیاری اور نفاق۔

۲:- ان سے حسنِ معاشرت اور بہتر ہمسائیگی کے تعلقات کی توقعات سراب سے زیادہ کچھ نہیں۔

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

۳:- پاکستانی عساکر وافواجِ قاہرہ کے مجاہدانہ ولولے اور عزائم، سرفروشانہ جذبات اور احساسات، دین ووطن پر مر مٹنے کی پوری اہلیت وصلاحیت اور میدانِ کارزار میں استقلال واستقامت اور ذوق وشوقِ شہادت۔

۴:- پاکستانی افواجِ منصورہ کی فنی مہارت، قابلیت، بحری، بری اور فضائی افواجِ قاہرہ کے فوق العادۃ حیرت انگیز کارنامے جن سے سلف صالحین کے محیر العقول کارناموں کی یاد تازہ ہوگئی اور اقوامِ عالم کے سامنے پہلی مرتبہ پاکستانی فوجوں کے جوہر اس طرح کھلے کہ دشمنانِ اسلام پر بھی سکتہ

طاری ہوگیا اور آخر اُن کو بھی پاکستانی افواج کی برتری اور قابلیت، نیز سرفروشانہ وجاں نثارانہ خصوصیت کا اعتراف کرنا پڑا: ''**والفضل ماشهدت به الأعداء**''...... ''بزرگی وہ ہے جس کی دشمن بھی شہادت دیں۔''

۵:- دشمن قیدیوں کے ساتھ ہتھیار ڈالنے کے بعد انتہائی ہمدردانہ، شریفانہ اور حوصلہ مندانہ، انسانیت نوازسلوک۔

۶:- پاکستانی افواج اپنے ملکی دفاع کی پوری قابلیت اور صلاحیت رکھتی ہیں اور وہ حملہ آور دشمن کی چند در چند فوجی طاقت اور سامانِ جنگ کی فراوانی کے باوجود ہر محاذ پر منہ توڑ جواب دے سکتی ہیں۔

۷:- فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں **أیده اللّٰه بنصره** کے حسنِ تدبر، مجاہدانہ عزیمت، اہلیت، قیادت اور شجاعت وجواں ہمتی کے ساتھ ہی ساتھ سیاسی تدبر کے جو ہر بھی اس طرح منظر عام پر آ گئے کہ دنیائے اسلام کو اس کا یقین ہوگیا کہ موصوف دنیائے اسلام کی قیادت کی صلاحیت کے مالک ہیں۔

۸:- پاکستانی قوم بھی اس قدر باشعور اور سمجھدار ہے کہ ملکی دفاع کے نازک ترین مرحلہ پر اپنے تمام باہمی اختلافات اور ذاتی منافع کو یکسر پسِ پشت ڈال کر اپنے حکمرانوں کی ہر آواز پر لبیک کہنے، تعاون کرنے اور تن، من، دھن سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہوگئی اور زندگی کے ہر شعبہ میں اتحاد اور تنظیم کا مکمل مظاہرہ کیا اور اس قدر حوصلہ مند ہے کہ دشمن کی تباہ کن بمباریوں سے شکستہ خاطر اور ہراساں ہونے کے بجائے اس کے جوش وخروش اور ذوق وشوقِ شہادت میں چند در چند اضافہ ہوتا ہے، **والحمد للّٰه علی ذلک.**

قابلِ عبرت نتائج وحقائق

ان بصیرت افروز حقائق اور عبرت انگیز واقعات سے جو عظیم نتائج نکلے ہیں وہ بھی قوموں کی زندگی کی تاریخ میں آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں:

۱:- جہاد فی سبیل اللہ اور اعلاء کلمۃ اللہ کا فریضہ انجام دینے کے لیے پاکستانی قوم میں ایک نئی روح پیدا ہوگئی۔

۲:- دشمنانِ اسلام کے دلوں پر پاکستانیوں کا رعب چھا گیا ''**تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ**''...... ''تم اللہ کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر اس سے ہیبت اور رعب طاری کردو'' کی تفسیر سامنے آ گئی۔

۳:- مسلمان اگر اللہ تعالیٰ پر مکمل اعتماد وتوکل سے بہرہ ور ہوں تو ان کی امداد ونصرت کے

لیے ابھی اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد نو بنو انداز میں ضرور آتی ہے ۔

۴:- امریکہ ہو یا روس، برطانیہ ہو یا فرانس یہ سب کفر کی طاغوتی طاقتیں ہیں، ان سے کسی بھی خیر کی توقع رکھنا خالص حماقت ہے اور اُخروی سے پہلے دُنیوی خسران کا موجب ہے ۔

۵:- پاکستان کو صرف اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ رکھنا چاہیے اور زندگی کے ہر شعبہ میں جلد از جلد اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی پوری پوری جدوجہد کرنی چاہیے، اور ارشادِ خداوندی: ’’وَأَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ‘‘ (الانفال:۶۰)...... ’’اور جو بھی طاقت وقوت تم ان کے مقابلہ کے لیے مہیا کر سکتے ہو اس کی تیاری کرو۔‘‘ پر مکمل طور سے عمل کرنا چاہیے اور اس سلسلہ میں کسی بھی قسم کی تقصیر یا تغافل ہرگز روا نہ رکھنا چاہیے ۔

بہر حال ہندوستانی حکومت نے تمام بین الاقوامی اُصول پسِ پشت ڈال کر بغیر کسی سابقہ اعلانِ جنگ کے رہزنوں کی طرح پوری فوجی طاقت وقوت اور تیاری کے ساتھ پاکستان پر چوطرفی حملہ کر دیا اور اپنی بربریت اور بہیمانہ سلوک میں بھی اصلاً کوتاہی نہیں کی، لیکن احکم الحاکمین کے قانونِ قدرت نے کمزوروں کا ساتھ دیا اور آیتِ کریمہ کی:

’’وَنُرِيْدُ أَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ۔‘‘ (القصص:۵)

’’اور ہم چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو روئے زمین پر کمزور سمجھ لیا گیا ہے ان پر احسان فرمائیں اور انہی کو مقتدیٰ (بین الاقوامی قائد) بنادیں اور انہی کو ان کے ملک وسلطنت کا وارث بنادیں۔‘‘

تفسیر وتشریح ایک بار پھر دنیا کے سامنے آ گئی کہ مٹھی بھر ناتواں اور (ہر لحاظ سے) کمزور افراد کو اللہ تعالیٰ نے وہ قوت وطاقت بخشی کہ دشمن کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے اور آج دشمن کے ۱۶/سو سے زیادہ مربع میل رقبہ پر پاکستانی فوجیں قابض ہیں اور پاکستانی پرچم لہرا رہا ہے۔ صدرِ مملکت سے لے کر چپڑاسی تک اور تاجر وصنعت کار سے لے کر معمولی مزدور اور آجر تک خواص وعوام ساری قوم میں حیرت انگیز اور بے مثل اتحاد وتعاون کی روح پورے طور پر کارفرما ہے اور پوری قوم دشمن کے سامنے ’’بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ‘‘ (آہنی دیوار) بن کر کھڑی ہوگئی ہے ۔

نعمتِ خداوندی اور اس کا شکریہ

۱:- اللہ تعالیٰ کی اس لائقِ فخر نعمتِ عظمیٰ کا شکر یہی ہے کہ ہم صلاح وتقویٰ کی اسی پاکیزہ زندگی

کو مستقل طور پر اختیار کرلیں جو اس وقت ہنگامۂ رزم وحرب نے پوری قوم کے اندر پیدا کردی ہے، اور خوف وخشیتِ خداوندی اور ذکرِ الٰہی کو اپنا شعار بنالیں۔ اور منکرات وفواحش کو جو اس اسلامی ملک میں غیرملکی تہذیب وتمدن کے تسلُّط اور ان یورپین خدا ناشناس قوموں کی قابلِ شرم نقالی کی بنا پر رائج ہوچکے ہیں، یک قلم ترک کردیں اور مغرب کی گندی، مہنگی اور بزدل بنادینے والی معاشرت کے بجائے سیدھی سادی اور سستی اسلامی معاشرت کو مستقل طور پر اپنالیں، اجتماعی زندگی میں فوق العادت طبقاتی تفاوت کو جہاں تک ممکن ہو ختم کردیں۔ شجاعت وبہادری کے احساسات کو بیدار کرنے والے خصائل، ایثار ومروت، جفاکشی وسخت کوشی، جواں مردی وحوصلہ مندی کو اختیار کرلیں، راحت پسندی وتن پروری، بے روح نام ونمود اور نمائش پسندی کو خیر باد کہہ دیں، خصوصاً غریبوں اور کمزوروں پر ترحم وشفقت کے جذبات کو زیادہ سے زیادہ بیدار کریں، ہر نوجوان فوجی بنے اور مجاہدانہ احساسات سے سرشار ہو۔ الغرض ایک ایسے صالح معاشرہ کی تشکیل کی جائے جو ''باللیل رھبان وبالنھار فرسان'' (رات میں تہجد گزار اور دن میں شہسوار) کی تفسیر ہو۔

کسی قوم کی موت

حقیقت یہ ہے کہ جب کسی قوم میں دو مرض پیدا ہوجائیں: ۱:-ایک دنیا کی محبت، ۲:-دوسرے موت کا ڈر، تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ قوم مرچکی اور جب کسی قوم کو ان دونوں بیماریوں سے نجات نصیب ہوجاتی ہے تو وہ قوم حیاتِ ابدی سے ہمکنار ہوجاتی ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ایک حدیث آئی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ: ایک وقت ایسا آئے گا کہ تم پر دنیا کی قومیں اس طرح یلغار کریں گی جس طرح کھانے والے کھانے پر ٹوٹ پڑتے ہیں، صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اس زمانہ میں ہم مسلمانوں کی تعداد اتنی تھوڑی ہوگی؟ فرمایا: نہیں! تم اتنے زیادہ ہوگے کہ اس سے پہلے کبھی تمہاری اتنی تعداد نہ ہوئی ہوگی، مگر تمہاری مثال ایسی ہوگی جیسے سیلاب پر خس وخاشاک، دشمنوں کے دل سے تمہاری ہیبت نکل جائے گی اور تمہارے دلوں میں وہن پیدا ہوجائے گا۔ پوچھا کہ: وہن کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے خوف۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب فی تداعی الامم علی الاسلام، ج:۲، ص:۵۹۰، ط:حقانیہ) اس حدیث سے واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ مسلمانوں کی کامیابی وکامرانی کا عددی اکثریت پر کبھی بھی مدار نہیں رہا ہے، نہ ہی عددی اکثریت میں اسلام کی قوت مضمر ہے، بلکہ مسلمانوں کی طاقت وقوت کا راز یہ ہے کہ اُن کے قلوب دنیا کی محبت سے پاک اور موت کے خوف سے اُن کے دل آزاد ہوں۔

آپ نے دیکھا کہ اس موجودہ معرکۂ حق و باطل میں مسلمانوں کا جو جوہر سب سے زیادہ نمایاں رہا ہے وہ مسلمان نوجوانوں کے دلوں میں دنیوی زندگی کی بے وقعتی اور شہادت کی موت کو لبیک کہنے کا ذوق وشوق ہے۔ دنیا نے ایک بار پھر اسلامی روح اور اسلامی قوت وطاقت کا منظر دیکھ لیا اور مسلمان افواج کی بےنظیر شجاعت اور شوقِ شہادت نے تاریخ میں ایک نئے اور شاندار باب کا اضافہ کردیا۔ یہ واقعہ دورِ حاضر کی تاریخ کا سنہرا باب ہے جس کو عصرِ حاضر کا مؤرخ زریں حروف میں لکھے گا۔

کاش! اگر ہماری قوم کی غالب اکثریت میں یہی روح کارفرما ہوجائے تو دنیا اور اس کی قیادت کا نقشہ ہی بدل جائے، پر نہ دنیا پر امریکہ کی بالادستی نظر آئے نہ روس کی۔

مسلمانوں کی بنیادی قوت

یہ حقیقت بالکل ظاہر وعیاں ہے کہ موجودہ اسباب ووسائل کی مادی دنیا میں ہم مسلمان ان کفر کی طاغوتی طاقتوں اور اسلام دشمن قوموں کے مقابلہ پر خواہ روس ہو یا امریکہ، جرمنی ہو یا برطانیہ، بہت پسماندہ ہیں۔ مادی وسائل اور حیرت انگیز سائنسی ترقیات میں ہم ان سے بہت پیچھے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمارے لیے عقلاً بھی ان کے مقابلہ کا یہی مختصر اور محکم راستہ ہے کہ ہم اس رب العالمین سے اپنا رشتہ مضبوط جوڑلیں اور عبدیت کا تعلق اُستوار کرلیں جو اِن تمام مادی وسائل کا خالقِ حقیقی ہے اور اس کی قدرتِ کاملہ اور قوتِ قاہرہ کے سامنے ان کی کچھ بھی حقیقت نہیں ہے۔ بھلا اس خالق کائنات کی قدرتِ کاملہ کے سامنے ان ایٹم بموں اور ہائیڈروجن بموں کی کیا حقیقت ہوسکتی ہے جن کا وہ خود پیدا کرنے والا اور حقیقی موجد ہے؟!

اس کا یہ مقصد ہرگز نہ سمجھا جائے کہ ہم مادی اسباب ووسائل سے بے نیازی اختیار کرنے اور غفلت برتنے کا درس دے رہے ہیں۔ یہ تو خود خداوندی حکم ہے کہ جتنی بھی طاقت وقوت تمہاری استطاعت میں ہو، دشمنانِ اسلام کے مقابلہ کے لیے اس کو فراہم کرنے میں مطلق کوتاہی نہ کرو۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اعتماد کا اصل سرچشمہ وہ ذات قدسی صفات ہونی چاہیے، جس کے قبضۂ قدرت میں یہ تمام محیر العقول وسائل ہیں اور وہی اُن کا حقیقی مالک ومتصرف ہے۔ آپ نے دیکھا چینی قوم جو اَب سے بیس سال پہلے تک دنیا کی پست ترین افیمی قوم سمجھی جاتی تھی آج وہ قوم اپنی ہمت وجرأت اور تنظیم واتحاد، جفاکشی وسخت کوشی اور سرفروشی کی بدولت نہ صرف صنعت وحرفت میں بلکہ فنی وحربی قوت اور فوجی طاقت میں امریکہ اور روس کے لیے بھی وبالِ جان بنی ہوئی ہے اور وہ دنیا جو کچھ سرخ خطرہ سے لرزہ براندام ہوا کرتی تھی، اب زرد خطرہ سے پریشان اور حواس باختہ ہے، حتیٰ کہ اس نے اب امریکہ

وروس کے ایوانِ سیاست وتدبیر کو بھی متزلزل کردیا ہے۔ اگر ستر کروڑ چینی، امریکہ وروس کو مرعوب کرسکتے ہیں تو کیا دنیا کے ستر کروڑ مسلمان اگر آج تنظیم واتحاد، ہمت وعزیمت، ایثار ومحنت اور سرفروشی کی نعمت سے سرفراز ہوجائیں تو وہ ان طاغوتی طاقتوں کو مغلوب ومقہور نہیں کرسکتے؟

آج اگر دنیا کی مسلمان قومیں اور حکومتیں اغیار کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ ومامون ہوجاتیں اور جو قدرتی ذخائر ان بلادِ اسلامیہ میں قدرت نے پیدا کیے ہیں ان سے ان ’’عیار سفید فام‘‘ قوموں کے بجائے خود وہ مستفید ہونے لگیں تو دنیا کی سب سے زیادہ طاقتور اور باعزت قوم مسلمان بن جائیں۔

الغرض وقت کا تقاضا ہے کہ مادی ترقیات میں بھی ہم زیادہ سے زیادہ اغیار سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں، مگر اس سے پہلے اللہ جل شانہٗ سے اپنا رشتہ جوڑیں اور تعلُّق استوار کریں تو آخرت کی نعمتوں کے ساتھ ساتھ دنیا کی نعمتوں سے بھی مسلمان ہی سرفراز ہوں گے۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا أُولِیْ الْأَبْصَارِ

..... ❀ ..... ❀ ..... ❀ .....

لائحۂ عمل

حضرت مولانا محمد بدیع الزمان رحمۃ اللہ علیہ
سابق اُستاذِ حدیث وناظمِ تعلیمات جامعہ

برائے: فضلاء جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کا اپنے آغاز سے ہی یہ اختصاص رہا ہے کہ وہ ہر دور میں اُمتِ مسلمہ کے ایمان وعقیدہ اور عمل کی حفاظت کی غرض سے فتنوں، بدعملی اور لادینی کے سیلاب کی روک تھام کے لیے اپنی متنوع کوششیں کرتا رہا ہے۔ اسی غرض سے جامعہ کے فضلاء اور علماء کی راہنمائی کے لیے جامعہ کے اکابرین نے ۱۹ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ کو ایک اجلاس منعقد کیا، جس میں کثیر تعداد میں علماء وفضلاء شریک ہوئے۔ اس اجلاس کی صدارت جامعہ کے بزرگ استاذ حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی نور اللہ مرقدہٗ نے فرمائی، مہتمم جامعہ حضرت مفتی احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے فکر انگیز بیان اور نصائح کے بعد حضرت مولانا محمد بدیع الزمان رحمۃ اللہ علیہ (ناظم دعوت وتبلیغ) نے فضلاء کے لیے عوام میں دینی خدمت بجالانے کے لیے کچھ راہ نما اُصول اور دستور العمل مرتب کرکے پڑھ کر سنایا، چونکہ آج بھی اس کی ضرورت وافادیت ویسی ہی ہے جیسے اس وقت تھی، اس غرض سے اس دستورُ العمل کو شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

حضرات علماء کرام اپنے اپنے حلقے میں دین کے پیشوا اور قوم کے مقتدا ہیں۔ ان کے اس رفیع منصب کے لحاظ سے ان پر بڑی گراں قدر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، اس لیے ہم سب کا فرض ہے کہ ان عظیم الشان ذمہ داریوں کو پوری طرح محسوس کریں اور ان سے عہدہ برآ ہونے کی تدابیر کریں۔

رسول اللہ ﷺ کی جو امانت ہمارے سپرد کی گئی ہے، اس کے لیے ہم فکرمند ہوں اور اُمت کو آنحضرت ﷺ کے راستے پر لانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

....

۱:...... جو حضرات‘ امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں، انہیں اس بات کی حرص ہونی چاہیے کہ ان کے وجود سے علاقے کے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ دینی نفع پہنچے اور لوگوں کا تعلق مساجد کے ساتھ قائم ہو، اس کے لیے مندرجہ ذیل تدابیر اختیار کی جائیں:

الف:-قرآن کریم، حدیثِ نبوی اور مسائلِ فقہیہ کا درس با قاعدگی اور التزام سے دیا جائے اور اُن کے لیے مناسب وقت تجویز کیا جائے۔

ب:-جن مساجد میں قرآن کریم کے مکاتب نہیں، وہاں قائم کیے جائیں اور جہاں مکاتب قائم ہیں اُن کی نگرانی کی جائے، اُن کو فعال بنایا جائے اور ترغیب دے کر بچوں کو وہاں لایا جائے، تاکہ محلے کا ایک بھی بچہ ایسا نہ رہے جو کم از کم ناظرہ قرآن کریم پڑھنے سے محروم ہو، اسی طرح لوگوں کو قرآن کریم حفظ کرانے کی ترغیب دلائی جائے۔

ج:-نوجوان طبقہ کو دین سے مانوس کرنے کی سعی کی جائے اور اُن کی دینی تعلیم وتربیت کے لیے بھی وقت دیا جائے۔

د:-جمعہ کے خطبات کیف ما اتفق نہ ہوں، بلکہ اُن کے لیے اہم دینی موضوعات کو ایک خاص ترتیب سے منتخب کیا جائے اور جس موضوع پر خطاب کرنا ہو، اس کے لیے پوری تیاری کی جائے، نیز مؤثر انداز میں موضوع کا حق ادا کیا جائے۔ خطابت میں ترغیبی پہلو کو غالب رکھا جائے اور بات ایسے جچے تلے انداز میں کی جائے، جس سے نہ صرف بات ذہن نشین ہوجائے، بلکہ سامعین کی فکری وعملی اصلاح بھی ہو۔

ہ:-جن مساجد میں تبلیغی جماعت کے حلقے قائم ہیں، ان سے ربط وتعلق رکھا جائے، ان کی بھرپور اِعانت وسرپرستی کی جائے اور نوجوانوں کو ترغیب دے کر تبلیغی جماعت سے وابستہ کرنے کی ہر ممکن سعی کی جائے۔

و:-جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ فرقِ باطلہ اور قدیم وجدید ملحدانہ نظریات میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے۔ ہم اس کو شدت کے ساتھ محسوس بھی کرتے ہیں، لیکن یا تو اس کی اصلاح کی کوئی تدبیر نہیں کرتے یا ان کا رد ایسے انداز میں کرتے ہیں کہ بجائے لوگوں کے ذہن کو صاف کرنے کے انہیں متنفر کردیتے ہیں، اس لیے بڑی ضرورت ہے کہ تمام فرقِ باطلہ مثلاً: قادیانیت، رفض، انکارِ حدیث، انکارِ عظمتِ صحابہؓ، کیپٹل ازم، کمیونزم اور لادینیت وغیرہ پر گہری نظر رکھی جائے، ان پر لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے اور مثبت انداز میں قوم کے ذہن کی تعمیر کی جائے۔ تقریر میں کسی خاص فرقے یا نظریے کا نام لیے بغیر وقتاً فوقتاً باطل نظریات کی اصلاح کی جاتی رہے، مثلاً انکارِ حدیث کے فتنہ کی اصلاح مقصود ہو تو آنحضرت ﷺ کے ارشاداتِ طیبات کی عظمت اس طرح اُجاگر کی جائے کہ منکرینِ حدیث کا سحر ٹوٹ جائے۔ رفض وتشیُّع کی تردید منظور ہو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب والہانہ انداز میں بیان کیے جائیں۔ قادیانیت کی تردید مقصود ہو تو آنحضرت ﷺ کی ختمِ نبوت کے تقاضے ذہن نشین کرائے جائیں۔ اور استخفافِ ائمۂ دین کی اصلاح مقصود ہو تو حضرات ائمۂ اجتہاد کی ہستیوں اور اُن کے احسانات کا مؤثر انداز میں تذکرہ کیا جائے، وعلیٰ ہذا! اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ انفرادی ونجی محفلوں میں بھی فرقِ باطلہ کا رد کیا جاتا رہے، خصوصاً اگر کوئی شخص غلط نظریے سے متاثر ہوتا نظر آتا ہے تو بہت

حکمت ودانائی اور نرمی وشفقت سے اس کو صحیح بات کی تلقین کی جائے اور اس کی غلط فہمی کی اصلاح کی جائے۔

ز:- خطبات کے دوران، نیز نجی محفلوں میں صحابہ کرامؓ اور بزرگانِ دین خصوصاً اپنے اکابرِ دیوبند کے حالات و واقعات اور ملفوظات و ارشادات بیان کرنے کا اہتمام کیا جائے، حکایات و واقعات سے اکابر سے عقیدت پیدا ہوگی اور یہی تمام بدعات اور سارے فتنوں کا تریاق ہے۔

....

۲:...... جو حضرات تجارت یا کاروبار کی لائن سے وابستہ ہیں تو وہ اس کو صرف اپنا ذریعۂ معاش نہ سمجھیں، بلکہ اُسے ذریعۂ تبلیغ اور مرکزِ دعوت تصور کریں اور اس کے لیے مندرجہ ذیل تدابیر ہو سکتی ہیں:

الف:- بیع وشراء اور کاروبار سے متعلقہ احکامِ شرعیہ کو خوب محفوظ کیا جائے اور اُن پر عمل کیا جائے۔

ب:- جو گاہک دکان پر آئے یا جس شخص سے معاملہ کرنا پڑے، باتوں باتوں میں اس کو احکامِ شرعیہ کی یاددہانی کی جاتی رہے۔

ج:- اس امر کی کوشش کی جائے کہ آس پڑوس کے دکان داروں کے ساتھ کچھ دینی باتیں ہو جایا کریں اور اس کے لیے کچھ لمحات تجویز کر لیے جائیں۔

د:- بازار میں حق تعالیٰ سے غفلت چونکہ عام ہوتی ہے، اس لیے وہاں ذکر اللہ کی قیمت بہت بڑھ جاتی ہے، لہٰذا کوشش ہونی چاہیے کہ کوئی ہلکا پھلکا ذکر، تسبیح، درود شریف وغیرہ زبان پر جاری رہے اور اس کی عادت بنائی جائے۔

ہ:- کاروبار میں عام طور سے نمازوں سے غفلت ہو جاتی ہے، اس لیے اس کا ضروری اہتمام کیا جائے کہ اذان ہوتے ہی قریب کی مسجد میں نماز باجماعت ادا ہو۔

و:- حضرات صحابہ کرامؓ، بزرگانِ دین، اور اپنے اکابر کے واقعات وحالات کا مطالعہ اور مذاکرہ رکھا جائے۔

....

۳:...... جو حضرات جدید تعلیم گاہوں میں تعلیم وتدریس کی خدمات انجام دے رہے ہیں، ان کو حق تعالیٰ نے دینی دعوت کا ایک اہم اور وسیع میدان عطا فرمایا ہے۔ وہ اپنے عالمانہ وقار اور مؤمنانہ کردار کے ذریعے دین کی بڑی خدمت انجام دے سکتے ہیں:

الف:- آج کل تعلیمی اداروں کا ماحول غیر دینی ہے۔ ہمارے علمائے کرام اکثر غیر دینی ماحول سے متاثر ہو کر احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں اور وہ ماحول ان کے علمی ودینی افادات سے محروم ہو جاتا ہے۔ ان حضرات کو ماحول سے مرعوب نہیں ہونا چاہیے، بلکہ یہ تصور کرنا چاہیے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے انہیں دین کی دولت اور سنتِ نبوی کی عظیم الشان نعمت سے نواز کر اس بگڑے ہوئے ماحول

کے لیے مسیحا بنا کر یہاں بھیجا ہے اور جو دولت اُن کے سینے میں حق تعالیٰ نے ودیعت رکھی ہے، وہی اس ماحول کے لیے تریاق ہے، اس لیے اُنہیں خود اس ماحول کے مطابق نہیں ڈھلنا ہے، بلکہ اس ماحول کو سنتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق ڈھالنا ہے۔

ب:- وہ اپنے رفقاء کار و اساتذہ کو دین کی ترغیب دیں، اپنی تعلیم گاہ میں دینی شعائر کی سربلندی کے لیے تدابیر سوچیں اور اس کے لیے مناسب انداز میں مشورے دیں۔

ج:- جو طلبہ ان کے ہاں زیرِ تعلیم ہوں، ان میں دینی رنگ پیدا کرنے کی کوشش کریں، انہیں قرآن وحدیث کی ہدایات سے آگاہ کریں، بزرگانِ دین کے واقعات سنائیں۔ انہیں نیکی کی ترغیب دلائیں، اخلاقِ حسنہ کی تلقین کریں اور دینی فرائض کی پابندی کا شوق دلائیں۔

د:- نوجوان طلبہ کو تبلیغی جماعت میں وقت دینے کی ترغیب دیں اور اُنہیں جماعت سے وابستہ کرنے کی کوشش کریں۔

الغرض حضرات علماء کرام جس شعبہ میں بھی کام کر رہے ہوں، اپنے آپ کو دین کا مبلغ تصور کریں اور مخلوق کو زیادہ سے زیادہ دینی نفع پہنچانے کی فکر و اہتمام کریں۔

....

۴:...... دوسروں کی فکر کے ساتھ ساتھ خود اپنی تکمیل کی فکر اور اپنے علم اور جذبۂ علم کو تازہ رکھنا بھی نہایت ضروری ہے اور اس کے لیے مندرجہ ذیل تدابیر کی جائیں:

الف:- علمی ترقی کے لیے قرآن کریم، حدیث نبوی اور فقہ وفتاویٰ کا مطالعہ جاری رہنا چاہیے:

①: تفسیر میں بیان القرآن، فوائدِ عثمانی اور معارف القرآن۔

②: حدیث میں مشکوٰۃ شریف، ریاض الصالحین، جمع الفوائد، ترجمانُ السُّنَّۃ، معارف الحدیث اور حیاتُ الصحابہؓ۔

③: فقہ میں بہشتی زیور، عمدۃ الفقہ، امدادُ الفتاویٰ اور فتاویٰ دارالعلوم دیوبند۔

④: بزرگوں کے حالات وسوانح میں نقشِ حیات، اشرف السوانح، علماء ہند کا شاندار ماضی، ارواحِ ثلاثہ، تذکرۃ الرشید، تاریخِ دعوت وعزیمت، اور اس نوعیت کی دیگر کتابیں۔

ب:- عملی ترقی کے لیے حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے مواعظ وملفوظات کا مطالعہ کیا جائے۔

ج:- حضرات علماء کرام کا شمار چونکہ خواصِ اُمت میں ہوتا ہے اور ان کی ترقی وتنزُّل سے پوری اُمت متاثر ہوتی ہے، اس لیے اپنی اصلاح وتربیت کے لیے ہر عالم کا کسی متبعِ سنت شیخِ کامل سے وابستہ ہونا ناگزیر ہے، اور حضرات علماء کرام کو اس کا ضرور اہتمام کرنا چاہیے۔

..... ❀ ..... ❀ ..... ❀ .....

موت الانبیاء علیہم السلام

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی قدس سرہٗ کا وہ خط اور ارشادِ گرامی جو انہوں نے ملتان میں علماء کرام کی موجودگی میں لکھا تھا، اور اُسے کتاب ’’تسکین الصدور فی تحقیق أحوال الموتٰی فی البرزخ والقبور‘‘ [مؤلفہ: مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ] کا حصہ بنایا گیا تھا، افادۂ عام کی غرض سے ہدیۂ قارئینِ ’’بینات‘‘ کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

اللہ تعالیٰ نے موت وحیات کو پیدا فرمایا۔ اس دنیا میں کسی کو دوام نہیں۔ آیتِ کریمہ ’’کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ‘‘ کے مطابق ہر ایک کو یہاں سے جانا ہے۔ ہر آدمی کو مرنا ہے، اس سنۃ اللہ سے کوئی ولی اور کوئی نبی بھی مستثنیٰ نہیں ہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد ﷺ کو بھی ارشاد فرمایا: ’’إِنَّکَ مَیِّتٌ وَّإِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ‘‘..... ’’اے پیغمبر! بلاشبہ آپ کو بھی موت آنی ہے اور اُن کو بھی موت آنی ہے۔‘‘ چنانچہ اس ارشاد کے مطابق حضور ﷺ کا بھی وصال ہوا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی تجہیز وتکفین کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کا خلیفہ منتخب فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودی سازش سے بچاکر اللہ تعالیٰ نے دوسرے آسمان پر اُٹھالیا جو اَب تک زندہ ہیں اور قربِ قیامت میں تشریف لاکر دجال کو قتل کرکے چالیس سال زندہ رہیں گے اور آخرکار وفات پاکر مدینہ منورہ میں روضۂ اطہر میں دفن ہوں گے۔

بہرحال ’’کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ‘‘ کے قاعدہ کلیہ سے کوئی آدمی، جن، ولی اور نبی مستثنیٰ نہیں ہے، نہ اس میں کسی کو اختلاف ہے، نہ بحث، البتہ دو باتوں میں بحث ہے:

ایک: یہ کہ مرنے کا معنی کیا ہے؟ اس کا طریقہ کیا ہے؟ اور کیا سب کی موت ایک ہی طریقہ سے ہوتی ہے یا کچھ فرق بھی ہوتا ہے؟

دوسرا: یہ کہ مرنے کے بعد قبر میں پھر زندگی ہوتی ہے یا نہیں؟ وہاں روح کا کوئی تعلق جسم کے ساتھ رہتا ہے یا نہیں؟

پہلی بات: ''موت'' کا مفہوم

عرفِ عام میں ''موت'' جان نکل جانے کا نام ہے، یعنی جب روح جسم سے نکل جاتی ہے تو اس کو ''موت'' کہتے ہیں۔ علماء نے ''موت'' کا معنی کیا ہے کہ روح کا تعلق جسم سے منقطع ہو جائے۔ قرآن وحدیث کے نصوص واشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ''موت'' کے وقت روح نکالی جاتی ہے، آسمانوں کی طرف لے جائی جاتی ہے، پھر اپنی مقرر جگہ پر رکھی جاتی ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ قبر کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ مگر جب تک ہم روح کی حقیقت نہ جان لیں اور یہ نہ سمجھ جائیں کہ جسم میں روح کے داخل ہونے یا تعلق رکھنے کی کیفیت کیا ہے؟ ہم اس کے نکل جانے اور تعلق منقطع ہونے کا مطلب بھی پوری طرح نہیں سمجھ سکتے اور جب ہمیں روح کی حقیقت معلوم نہیں ہے تو اس کی صفات وافعال کا ادراک، عقل سے کیسے کیا جا سکتا ہے؟!

موت طاری ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے اور یہ ماننا بھی لازم ہے کہ موت سے روح کا تعلق جسم سے منقطع ہو جاتا ہے اور وہ اس جسم میں تصرفات نہیں کر سکتی، لیکن یہ انقطاعِ تعلق کیسے ہوتا ہے؟ عام لوگوں میں کہا جاتا ہے کہ انقطاعِ تعلق یوں ہوتا ہے کہ روح جسم سے نکل جاتی ہے۔ عام خیال یہی ہے۔

''موت'' کا دوسرا مفہوم

مگر انبیاء علیہم السلام کی موت کے بارہ میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانیِ دارالعلوم دیوبند ارشاد فرماتے ہیں کہ: حیات، انبیاء علیہم السلام کی ذاتی صفت [1] ہے اور اَوروں کی عارضی، اس لیے پیغمبروں سے حیات کا انقطاع نہیں ہوتا اور نہ روح نکلتی ہے، بلکہ جسم سے سمٹ کر دل میں مرکوز ہو جاتی ہے، اس طرح اس کا تعلق جسم سے منقطع ہو جاتا ہے اور وہ جسم میں عام دُنیوی زندگی کی طرح تصرفات نہیں کرتی، نہ دنیوی اُمور میں مشغول اور نہ مکلّف ہوتی ہے۔ روح کے سمٹ جانے سے جسمانی

حاشیہ: [1] یعنی اولاً وبالذات حیات، دنیا میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوتی ہے اور دوسروں کو بالعرض اور آگے حضرت مولانا کے بیان میں آ رہا ہے کہ یہ حیات اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے۔

حواس معطل ہوجاتے ہیں۔ یہی انبیاء علیہم السلام کی موت ہے، جس کے بعد وہ اوروں کی طرح دنیا سے منقطع ہوکر اوروں کی طرح قبروں میں دفن کردیئے جاتے ہیں، جہاں اسی روح سے اُن کے مبارک اجسام میں ادراک واحساس موجود ہوتا ہے۔ حضرت مولاناؒ اپنی اس تحقیق کو اَوروں پر ٹھونسنا نہیں چاہتے، فرماتے ہیں کہ: موت کا اقرار تو ضروری ہے، جیسے کہ آیات میں موت واقع ہوجانے کی خبر قبل از وقت دی گئی تھی، مگر انبیاء علیہم السلام کی موت کا وقوع اس طرح پر ہُوا کرتا ہے۔

قطبِ زمان حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کی داد دی ہے، ان کو اللہ تعالیٰ نے خاص فہم وذکا عطا فرمایا تھا، جب ہم قرآن پاک کی اس آیتِ کریمہ پر نظر کرتے ہیں تو مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید ہوتی ہے:

’’اَللّٰـہُ یَتَوَفَّی الْأَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِہَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْہَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْأُخْرٰی‘‘ (الزمر:۴۲)

’’اللہ روحوں کو موت کے وقت قبض کرتے ہیں اور جن کو موت نہیں ہوتی ان کو (بھی) سوتے وقت قبض کرلیتے ہیں، پھر جس کی موت کا فیصلہ کیا ہوا اُس کو روک لیتے ہیں اور دوسری (قسم کی روح) کو چھوڑ دیتے ہیں۔‘‘

اس آیت کریمہ نے تصریح فرمادی ہے کہ روح جیسے موت کے وقت قبض ہوتی ہے، اسی طرح نیند کی حالت میں بھی قبض ہوتی ہے، پھر موت والی روک دی جاتی ہے اور نیند والی چھوڑ دی جاتی ہے۔ گویا روح نیند میں بھی قبض ہوتی ہے، مگر باوجود اس کے کہ سونے والا سانس لیتا ہے، زندہ سمجھا جاتا ہے اور روح اُس کے اندر موجود سمجھی جاتی ہے۔ حالانکہ قرآن کا ظاہر یہ ہے کہ پہلے روح قبض کی جاتی ہے، بعد میں چھوڑی جاتی ہے۔ روح کا تعلق واتصال سب اُمور متشابہات میں سے ہیں، ان کی صحیح کیفیت کے بارہ میں کوئی جزم سے نہیں کہا جاسکتا۔ پھر اگر حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق اگر روح سمٹ کر جسم کے اندر تصرفات سے علیحدہ ہوجائے جس سے سارے حواس معطل ہوجائیں اور اسی کو انقطاعِ تعلق یا قبضِ روح سمجھا جائے، اس میں کونسا اشکال لازم آتا ہے؟ سکتہ کی بیماری میں بسا اوقات سانس تک نہیں چلتا، نہ نبض چلتی ہے، نہ دل کی حرکت محسوس ہوتی ہے، پھر بھی بیمار زندہ ہوتا ہے اور روح اس کے اندر سمجھی جاتی ہے۔ بہر حال قرآن پاک نے موت کی خبر دی ہے، اس کے وقوع میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، البتہ ’’موت‘‘ تعطلِ حواس اور انقطاعِ تعلق کی صورت کیا ہوتی ہے؟ اس کی ایک

صورت یہ ہے کہ روح نکل جائے، ایک یہ ہے کہ سمٹ جائے، جیسے ایک کمرے میں چراغ جل رہا ہے، اس پر برتن اوندھا کر کے رکھ دیا یا اس کو صندوق میں بند کرلیا، بس اس کا تعلق کمرے سے منقطع ہوجاتا ہے۔

دوسری بات: ''قبر کی زندگی''

عام اہلِ اسلام کا ارشاد ہے کہ مرنے کے بعد قبر میں بعضوں کو عذاب، بعضوں کو راحت ہوتی ہے، اس عذابِ قبر وغیرہ کا ماننا تواتر کی وجہ سے ضروری ہے، اسی لیے یہ ماننا پڑتا ہے کہ قبر میں میت کو راحت وتکلیف کا احساس وادراک ہوتا ہے۔

مگر انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ وہ قبروں میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھا کرتے ہیں، قریب سے درود وسلام سنتے اور اس کا جواب بھی دیا کرتے ہیں۔ اس کتاب میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کی جارہی ہے۔

بعض اصحاب کی کم علمی

یہاں سے ان حضرات کی کم علمی واضح ہوجاتی ہے جو مسئلہ حیات النبی ﷺ کو شرک قرار دیتے ہیں۔ شرک تو تب ہوتا کہ کسی کو ایسا زندہ مان لیا جاتا جس کی حیات خدا تعالیٰ کی عطا نہ ہو، اس کے گھر کی ہو، پھر اس پر کبھی موت طاری نہ ہو، مگر یہ تو کسی مسلمان کا عقیدہ نہیں ہے۔ کیا جو پیغمبر دنیا میں زندہ تھے وہ شرک تھا؟ کیا قیامت میں ہم سب زندہ ہوں گے اور زندہ بھی ایسے کہ پھر کبھی نہ مریں گے، کیا وہ شرک ہوگا؟ پھر اگر اللہ تعالیٰ کسی کو درمیان میں، قبر میں بھی پوری یا ادھوری زندگی عطا فرمادیں وہ کیسے شرک ہوگیا؟ جب کہ علماء دیوبند نہ تو آنحضرت ﷺ کی وفات ہوجانے کا انکار کرتے ہیں، نہ پیغمبروں کی حیات کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ صرف آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق قبروں میں انبیاء علیہم السلام کی حیات اور نماز پڑھنے اور سلام ودرود سننے کا اقرار کرتے ہیں، جیسے کہ تفصیل آپ کے سامنے آئے گی، تو کیا آنحضرت ﷺ کے ارشاد کو ماننا شرک ہے؟ اللہ تعالیٰ ایسی جہالت اور ضد سے بچائے، آمین!

فقہ اور اُصولِ فقہ کی تدریس !

مسالکِ اربعہ میں ائمہ کے اختلاف کے بنیادی اجتہادی اُصول

(پہلی قسط)

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی
اُستاذ ونگران شعبہ تخصص فقہ اسلامی جامعہ

موضوع کا تعارف

فقہ اور اس فقہ کی تدریس اور ائمہ اربعہ کے بنیادی اجتہادی اُصول کی مطلوبہ تفصیل کی طرف آنے سے قبل خود فقہ، اُصولِ فقہ اور اجتہادی اُصول کا تعارف بھی مناسب معلوم ہوتا ہے، اختصار کے ساتھ تعارف پیش کریں گے۔

فقہ

فقہ: فہم کا ہم معنی لفظ ہے، جس کی تعبیر یہ ہوسکتی ہے کہ موجود، محفوظ اور ملفوظ سے کسی دوسرے امر کی طرف ذہن کا منتقل ہو جانا، جیسے: ''أَقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ'' سے نماز کا حکم سمجھنا، پھر اس کی ادائیگی کا طریقۂ کار ڈھونڈنا اور پھر اس کے مطابق نماز کے حکم کو پورا کرنے کے لیے عملی کوشش کرنا، ''أَقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ'' کے لفظ میں یہ سارے مطالب پنہاں تھے۔ یہ مطالب اور ان کی بجا آوری ''أَقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ'' کا مقصد ومطلوب ہیں۔ اسی طرح جب نصوص سے مقاصدِ شریعت کو سمجھا جائے، مقاصد کو بیان کیا جائے اور عملی زندگی میں اس کی تطبیقی شکل متعارف کروائی جائے تو اسی عمل کا نام ''فقہ'' ہے۔

اب نصوصِ شرعیہ سے استفادۂ احکام کا طریقہ کیا ہے؟ ایک مختصر سے طبقہ کا خیال یہ ہے کہ نصوص کے ظاہری الفاظ پر اکتفاء کیا جائے، جو کچھ، جتنا کچھ ظاہری الفاظ کا متبادر مدلول بنتا ہو، اسی کو مقصدِ شریعت قرار دیا جائے۔ جہاں الفاظ کی فہرست ختم، وہاں شریعت کا دائرہ بھی ختم۔ اس کے بعد مکلّف انسان کسی قسم کی پابندی کے زیرِ اثر نہیں رہے گا، بلکہ بالکلیہ آزاد ہو جائے گا۔

جب کہ یہ تصور اسلام کی عالمگیریت، ہمہ جہتی اور تا قیامت دستورِ حیات کے دعویٰ کے منافی ہے۔ اسی لیے علمائے شریعت کا ایک دوسرا عظیم طائفہ ہے جو نصوص کے الفاظ سے زیادہ مقاصد اور مبانی

سے زیادہ معانی سے استفادی تعلق پر یقین رکھتا ہے۔ یہ طبقہ محدود نصوص سے لامحدود مسائل کی دریافت پر ایمان رکھتا ہے۔ اس طبقے کو اُمت کے اعلیٰ ترین دماغوں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس طبقے کی فہم وفراست نے اُمت مسلمہ کے اکثریتی طبقے کو تکوینی طور پر اپنا پیروکار بنا رکھا ہے۔ اُمتِ مسلمہ کا اس طبقے کے فہم پر اجماعیت کے ساتھ اعتماد کرنا اُمت کے اس طبقے کی حقانیت کی دلیل بھی ہے۔

اس طبقے نے نصوص کے متبادر مفاہیم سے لے کر متوقع اور فرضی مسائل کی تقدیر، تخریج وتفصیل تک محنت کی، جس کی بدولت نصوص کے مفاہیم کا ایک وسیع ذخیرہ یکجا ہوتا چلا گیا اور اس میدان میں سب سے بڑی فہم وفقہ کا ذخیرہ ''فقہ حنفی'' کہلاتا ہے۔ دوسرے نمبر پر فقہ شافعی ہے، پھر فقہ مالکی اور پھر اس کے بعد فقہ حنبلی ہے۔ اس وقت اُمتِ مسلمہ کا ایک معتد بہ طبقہ انہی چار مفاہیم کے واسطے سے نصوصِ شریعت پر عمل پیرا ہے۔

فقہی اختلاف کی بنیاد اور اُس کی حکمت

ان چار شناختوں میں اُمت کی تقسیم کی بنیادی وجہ فہم نصوص میں اختلاف ہے، مثلاً ارشاد ربانی ہے:

''وَامْسَحُوْا بِرُءُ وْسِكُمْ'' باب وضو میں ''سر'' کا وظیفہ مسح ہے، مگر مسح پورے سر کا ہے یا بعض سر کا ہے؟ یہاں چونکہ ''رُءُ وْس'' کو باء حرف جر کے ساتھ ذکر کیا ہے، جس سے تبعیض اور استیعاب دونوں کے معانی لیے جاسکتے ہیں۔ پھر تبعیض کی تفصیل میں مختلف نصوص کا اطلاق واجمال یا تقیید وتحدید کارفرما ہے۔

اسی طرح ''يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلاَثَةَ قُرُوْءٍ'' میں ''قَرْءٌ'' کا معنی طہر ہے یا حیض؟ دونوں کی گنجائش ہے۔ اس لیے اس اختلاف کی نہ صرف گنجائش ہے، بلکہ دونوں معانی کے محتمل لفظ کا خاموشی کے ساتھ ذکر ہونا یہ اختلاف کی خاموش اجازت کے مترادف بھی ہے۔

اسی طرح کی چند اور بنیادیں ہیں جن کی وجہ سے مفاہیمِ نصوص کی تعبیرات مختلف ہوتی رہیں، اور اُنہیں اختلاف سے یاد کیا جانے لگا، جبکہ اسے اختلاف کی بجائے اقوال اور تعبیرات کا تنوع کہنا چاہیے تھا، کیونکہ فقہاء فہماء کی کوئی بھی بات ناطقِ نصوص سے باہر کی نہیں ہوسکتی۔ اختلاف اور اقوال پر چند باتیں اُصول کے اختلاف کے ضمن میں آئیں گی، ان شاء اللہ! ۔ جب کہ اسبابِ اختلاف کی جامع بحث حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے ''**الإنصاف في بيان أسباب الاختلاف**'' میں مطالعہ کی جاسکتی ہے۔

بہرکیف! نصوص سے استنباط، استخراج اور استفادے کے لیے ائمہ مجتہدین نے کچھ اُصول ایسے اپنائے تھے جو خود نصوص ہی سے ماخوذ تھے، یا نصوص ہی کا مقتضا تھے۔ ان اُصولوں کی بنیاد پر نصوص

اور اخبار کے قبول اور ترک کے معیارات میں ظاہری فرق اور اختلاف ضرور محسوس ہوتا ہے، جسے ائمہ کا اُصولی اختلاف بھی کہا جاتا ہے، مگر یہ اختلاف بھی درحقیقت فہمِ نصوص والے فطری اختلاف ہی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے، کیونکہ فقہاء کے اُصول بھی زیادہ تر نصوص ہی سے مستفاد و متعلق ہیں۔ یہ بھی ایک گونہ قابلِ فہم اُمور میں فہم ہی کا اختلاف ہے، جسے ''اجتہادی اُصول'' کا اختلاف بھی کہا جاتا ہے۔

بایں معنی ائمہ مجتہدین کے اجتہادی اصول سے مراد وہ بنیادیں ہیں جن پر ائمہ مجتہدین نے اپنے فرعی (فقہی) مسائل کی بنیاد رکھی تھی۔ اصول کے اختلاف پر فروع کا اختلاف متفرع ہوا، اور مختلف فقہی شناختیں قائم ہوگئیں، جو زیادہ تر نصوص کے مختلف رُخ ہی ہیں۔ انہیں مذہب بھی کہا جاتا ہے، یعنی فقہی مذاہب، منزلِ محمدی تک پہنچنے کے راستے ہیں۔

تدریسِ فقہ

تدریسِ فقہ سے متعلق گفتگو تین جہات پر یا تین مراحل پر اور تین پہلوؤں پر مشتمل ہوگی:

۱:-مبادیات/تمہید ۲:-محتویات/توضیح ۳:-مہمات/تعمیم وتذییل

۱:-فقہ کی مبادیات/تمہید

فقہ کی تعریف اور قیود کی توضیح

''فقہ مکلّف مسلمان کے اُن فرعی اعمال واقوال کے احکام کا نام ہے جو ادلۂ شرعیہ سے مستفاد، مستخرج اور مستنبط ہوئے ہوں۔'' یہ فقہ کی عمومی تعریف ہے۔خصوصی اصطلاحی تعریف جو امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے، وہ یہ ہے کہ: ''انسان کے حق میں مفید اور مضر کی معرفت اور پہچان کا نام فقہ ہے''.....''**معرفة النفس مالها وماعليها**۔'' (کشاف اصطلاحات الفنون، ج:۱،ص:۳۰، ط:سہیل اکیڈمی، لاہور)

ان دونوں تعریفوں سے مشترکہ طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقہ کی تدریس کے دوران درج ذیل اُمور کی طرف دھیان رہنا ضروری ہے:

۱:......مکلّف انسان کے اعمال فرعی واصلی یا عملی ونظری میں تقسیم ہیں، فقہ چونکہ فرعی احکام کا نام ہے، نظری وکلامی مسائل سے بحث نہیں کرتا، مگر عمل وفرع سے بحث کرتے ہوئے کسی حد تک نفسِ فقہ سے متعلق نظری واصلی پہلو کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے، بالخصوص نفسِ فقہ کے اعتبار وعدم اعتبار، حجیت وعدمِ حجیت، احتیاج اور عدمِ احتیاج، ابداع یا استخراج سے متعلق جو نظریات پائے جاتے ہیں ان پر توجہ رہنی چاہیے، مثلاً اس وقت فقہ اسلامی سے متعلق دو انتہاء پسندانہ نظریات عام ہورہے ہیں۔ ایک یہ کہ فقہ

اسلامی درحقیقت رومن لاء سے ماخوذ ہے، یہ رومن لاء کی اسلام کاری یا عربی تعبیر ہے۔ یہ نظریہ سراسر باطل ہے، اس لیے کہ فقہ اسلامی اور رومن لاء کے درمیان زبردست تفاوت بلکہ بڑے بڑے تضادات کا تعلق ہے، جن کی طرف ڈاکٹر محمود غازی مرحوم نے اپنے محاضرات میں اشارہ فرمایا ہے۔ (محاضراتِ فقہ، فقہ اسلامی اور قانون روماء کے درمیان فرق، ص:۲۲)

دوسری انتہاء پسندی فقہ کے حوالہ سے یہ ہے کہ فقہ اسلامی خدانخواستہ قرآن وسنت کے مقابلے کی کوشش ہے، بلکہ قرآن وسنت کے متوازی شریعت سازی کا نام فقہ ہے۔ یہ نظریہ بھی باطل ہے. کیونکہ فقہ کہتے ہی اس کو ہیں جو ادلۂ شرعیہ سے مستفاد و مستخرج ہو، جو فرعی احکام استنباط واستخراج کے واسطے سے قرآن وسنت سے تعلق نہ رکھتے ہوں انہیں کوئی مسلمان فقہ نہیں کہتا اور جو استنباط واستخراج کے واسطے سے قرآن وسنت سے تعلق رکھتے ہوں انہیں کوئی بھی مسلمان قرآن وسنت سے خارج نہیں کہہ سکتا، اس لیے تدریسِ فقہ سے قبل ایسے نظریات سے آگاہی فقہی مدرس کے لیے ازبس ضروری ہے۔ اس بات کو عام فہم انداز میں سمجھنے کے لیے مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی تجلیاتِ صفدر کا مطالعہ انتہائی مفید ہے، جب کہ باذوق اہلِ علم علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ کے مقالے ''**الرأي والاجتهاد** '' سے استفادہ فرما سکتے ہیں، جو ''**نصب الراية**'' کے مقدمہ کے طور پر شامل ہے۔

۲:......فقہ چونکہ فرعی اعمال کے احکام کے بیان کا نام ہے، اس لیے مدرسِ فقہ کو ''حکم'' کے متعلقات کے بارے میں آگاہی رہنی چاہیے:

الف:-حکم کے متعلق سب سے پہلے حاکم، نفسِ حکم، حکم کا درجہ اور حکم کا دائرۂ اثر بطور خاص پیش نظر رہنا چاہیے۔ بیانِ احکام میں سب سے پہلے ''حاکم'' سے متعلق یہ نظریہ وعقیدہ واضح ہونا چاہیے کہ حاکمیت کا درجہ صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے، کائنات کا خالق بھی وہی ہے اور مالک بھی وہی ہے۔ یہ نظریہ دساتیرِ عالم کے مقابلے میں فقہِ اسلامی کی فوقیت، برتری اور عالی نسبت ہونے کا عقیدہ ٹھہرتا ہے۔ فقہِ اسلامی کا مدرس دورانِ درس اس نظریہ کی اہمیت اور برتری کا تقابل بھی پیش کرنے کی کوشش کرے۔ اس تقابل کی لازمی ضرورت یہ ٹھہرتی ہے کہ فقہی مدرس دساتیرِ عالم پر بھی نظر رکھے اور دورانِ درس موقع بموقع تقابلی انداز میں فقہِ اسلامی کا تفوق بتاتا رہے، اس طرح دنیائے انسانیت پر دینِ اسلام کی برتری اور حاکمیت کا نظریہ ثابت کیا جا سکے گا۔

ب:-''حکم'' کے متعلقات میں دوسرا امر ''نفسِ حکم'' ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ مخاطب سے کسی فعل کی بجا آوری یا ترک کا مطالبہ کرنا، یہ مطالبہ کبھی فرض کے درجہ میں، کبھی واجب، کبھی سنت، کبھی استحباب وندب اور کبھی مباح کے درجہ میں ہوتا ہے۔ اسی طرح ترکِ فعل کے مطالبہ میں کبھی احتراز بطور

حرام کے مطلوب ہوتا ہے، کبھی مکروہِ تحریمی اور کبھی مکروہِ تنزیہی یا خلافِ اولیٰ کے طور پر ہوتا ہے۔ فقہی درس کے دوران حکم کی ان مختلف حیثیات کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ احکام بیان کرنے کے لیے حکم کی مختلف حیثیات اور درجہ بندی کے تعین سے پہلے خود ان اصطلاحات کے بارے میں بھی آگاہی ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ ہر باب کی اہم اہم اصطلاحات خود مدرس کو بھی یاد ہوں اور طالب علم کو بھی یاد کرائے۔

ج: - نیز احکام کا تعلق جن افراد کے ساتھ ہوتا ہے، ان کی اہلیت اور محلیت کا سوال بھی پیش نظر رہے۔ مکلّف انسان کون ہوتا ہے؟ امرِ تکلیفی اس کی طرف کب متوجہ ہوتا ہے؟ مکلّف انسان کے اعذار اور عوارض کیا کیا ہیں؟ ان کی رعایت کی بنیادیں کیا کیا ہیں؟ وغیرہ، وغیرہ، مثلاً طہارت کے مسائل پڑھاتے ہوئے چھوٹے بچوں کے حق میں فرضیت یا وجوب کی بات تو نہیں ہوسکتی، لیکن تعلیم وترغیب کے لیے ان کے عمل کا حصہ بنانے پر زور دیا جائے، یہی معاملہ صلوٰۃ کا ہے، پھر زکوٰۃ میں حکم کے متوجہ ہونے کی نصابی تفصیل کے بعد مزکی (زکوٰۃ ادا کرنے والے) کی اہلیت کی تفصیلات بتائی جائیں، وغیرہ، وغیرہ۔

د: - حکم مسئلہ سمجھنے یا سمجھانے کے لیے دو چیزیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں، ایک اس سے پہلے اور ایک اس کے بعد۔ حکمِ مسئلہ سے قبل صورتِ مسئلہ بتائی جائے اور حکمِ مسئلہ کے بعد دلیلِ مسئلہ بتائی جائے، یعنی جو مسئلہ پڑھایا جارہا ہے اس کی بنیاد، دلیل، مأخذ اور اصل یا قاعدہ کیا ہے؟ گوکہ یہاں پر یہ تفصیل اپنا مقام رکھتی ہے کہ فی زمانہ فقہی مدرس کو مسائل کے دلائل سے آگاہی کا مطلب کیا ہے؟ کیونکہ اصطلاحی فقیہ تو دلائل بمعنی نصوص سے استنباط واستخراج کرنے والے کو کہتے ہیں، ایسے فقیہ کو مفتی یا مجتہد کہتے ہیں جن کا فی زمانہ وجود ناپید بتایا جاتا ہے، اس لیے عرفی فقہاء/فقہی مدرسین کے حکم میں دلائل کی معرفت کا مفہوم قدرے مختلف اور عام ہوگا۔ جو دلائل بتانا یا پیشِ نظر رکھنا فقہی مدرس کا وظیفہ ٹھہرتا ہے اس سے مراد فقہی ابواب میں مسائل کے ساتھ ذکر کردہ نقلی وعقلی دلائل اور وہ قواعد واصول ہوں گے جنہیں حکمِ مسئلہ کی تعلیل کے طور پر ذکر کیا گیا ہوتا ہے۔ (المستصفی من علم الاصول للامام محمد بن محمد الغزالی (۴۵۰-۵۰۵ھ)، الفن الثالث، ج:۱،ص:۲۲۲، دارارقم۔ فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، عبدالعلی محمد الہندیؒ (متوفی:۱۲۲۵ھ)، ج:۱،ص:۲۶، داراحیاء التراث۔ ارشاد الفحول إلیٰ تحقیق الحق من علم الأصول للشیخ محمد بن علی بن محمد الشوکانیؒ (۱۱۷۳-۱۲۵۰ھ)، الفصل الثانی فی الاحکام،ص:۵، ط:مصر)

اس تفصیل سے اتنا اندازہ ہوتا ہے کہ فقہ کی تعریف میں ''ادلۂ تفصیلیہ'' سے مسائل کے احکام کا استنباط کرنا یہ فقیہ مجتہد کا کام ہے، عرفی فقہاء اور مفتیوں کا کام ان دلائل ووسائل کو نقل کرنا ہے۔ یہ حضرات اصطلاحی فقہاء کی بجائے محض ناقلین کا درجہ رکھتے ہیں۔ ناقل کا وظیفہ یہ ہے کہ نقل کے اندر ضبط

وربط کا کمال پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

۳:......اب رہا یہ کہ فقہاء مجتہدین کے وہ ''ادلۂ تفصیلیہ'' جن پر وہ فقہی احکام کی بنیاد رکھتے ہیں آخر وہ ہیں کیا؟ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ تمام فقہاء مجتہدین کے ہاں چار بنیادی مآخذ اتفاقی ہیں: کتاب، سنت، اجماع اور قیاسِ شرعی، جب کہ ہر امام کے ہاں کچھ ذیلی مآخذ بھی ہیں، مثلاً: حنفیہ کے ہاں استحسان، استصحاب، مصالح مرسلہ اور سدِ ذریعہ وغیرہ، جن کی کچھ تفصیل آگے اُصولِ فقہ میں آرہی ہے، ان شاء اللہ!

پھر ان ادلۂ تفصیلیہ کی تفہیم وتعارف میں دو چیزیں ملحوظ رہنی چاہئیں:

الف:- ماخذ　　　　ب:-طرقِ استدلال

پھر کتاب وسنت سے استدلال کی نوعیت میں اچھی خاصی تفصیل ہے۔

مثال کے طور پر نصِ قرآنی سے استدلال کی صورت میں عبارۃ النص، دلالۃ النص، اشارۃ النص یا اقتضاء النص کی نوعیت کی نشاندہی کی جائے، پھر یہ استدلال ظاہر سے، نص سے، مفسر، محکم، خفی، مجمل، متشابہ وغیرہ سے کیونکر ہے؟ اسی طرح سنت سے استدلال ہو تو سنتِ قولی، فعلی یا تقریری کی طرف رہنمائی کی جائے، ظاہر ہے کہ فقہی مدرس مجتہدانہ تفصیلات میں نہیں جاسکتا، نہ اس کا منصب ہے، لیکن قدرے مناسبت کے لیے خود ان نوعیّتوں پر نظر رکھے اور کہیں کہیں اشارۃً طلبہ کی ضرور رہنمائی کرے۔

نیز استدلال کرتے ہوئے استدلال کی درج بالا نوعیتیں جب بیان کریں گے تو خود ان اصطلاحات کی تفہیم بھی ضروری ٹھہرے گی، پھر ان اصطلاحات میں اشباہ ونظائر (ایک جیسے، ملتے جلتے ناموں) کے درمیان فروق بھی ازبر کرانے کی ضرورت پیش آئے گی، یہ فرق بیانی اگرچہ بنیادی طور پر اصولِ فقہ کا موضوع ہے، لیکن فقہ کے دلائل بیان کرتے ہوئے اختصاراً یہ بتایا جائے کہ ظاہر اور اشارۃ النص میں کیا فرق ہے؟ دلالۃ النص اور قیاس میں حدِ امتیاز کیا ہے؟ عام اور مطلق میں فارق کیا ہے؟ نیز خاص اور مقید میں فاصل کیا ہے؟

۴:...... مبادیاتِ فقہ کا موضوع فقہِ اسلامی کی نشو ونما اور ارتقائی مراحل کی اطلاع کے بنا ادھورا شمار ہوتا ہے، اس لیے فقہی مدرس طلبہ کے ذہنی مستویٰ کو ملحوظ رکھتے ہوئے فقہِ اسلامی کے مختلف ادوار کا استحضار کرے اور کچھ کچھ طلبہ کو بھی بتائے۔ اسی ضمن میں فقہاء کے طبقات کا تعارف بھی آجائے گا۔ اس موضوع پر شیخ ابوزہرہ مصری رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں بڑی اہمیت وافادیت کی حامل ہیں، بالخصوص ''تاريخ المذاهب الإسلامية'' اپنے موضوع کی جامع کتاب ہے۔ استاذ محمد خضری بک کی ''تاريخ التشريع الإسلامي'' اور شیخ محمد الثعالبی المالکی کی ''الفكر السامي في تاريخ الفقه الإسلامي''

بڑی مفید ومستند کتابیں مانی جاتی ہیں، نیز طبقاتِ فقہاء پر لکھی گئی کتب سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ استاذ خضری کی کتاب ہمارے ہاں ''تخصص فی الفقہ'' کے نصاب کا حصہ ہے۔

۵:......مبادیاتِ فقہ میں ایک اور چیز بہت اہم ہے کہ فقہی مذاہب کی اُمہاتِ کتب کا تذکرہ اور تعارف بھی ہوجائے، جیسے فقہِ حنفی میں مسائل کے اعتبار سے کتب کے تین طبقے ہیں: ظواہر، نوادر اور نوازل۔ ظواہر سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی چھ کتابیں مراد ہیں جو فقہِ حنفی کی اصل واساس ہیں، پھر ان چھ کا مجموعہ حاکم شہیدؒ کی ''الکافی'' ہے، پھر ''الکافی'' کی شرح، محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمہ سرخسیؒ کی ''المبسوط'' ہے۔ اس طرح فقہِ حنفی کی بنیادی جامع کتاب مبسوطِ سرخسی ہے، دیگر مذاہب میں اس پائے کی کتابوں میں شافعیہ کی ''المجموع شرح المهذب'' ہے، مالکیہ کے ہاں ''الموطا'' اور ''بداية المجتهد و نهاية المقتصد'' ہے، جب کہ حنابلہ کے ہاں ''المغنی لابن قدامة'' اپنے مسلک کی جزئیات کے لیے جامع کتابیں شمار ہوتی ہیں۔ تمام مسالک کی اہم اہم کتابوں کی کچھ تفصیل اردو زبان میں ''قاموس الفقه'' مولفہ: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہم میں دستیاب ہے۔ (جاری ہے)

..... ❀ ..... ❀ ..... ❀ .....

''بینات'' (اردو/عربی) کے اجراء کا طریقہ

1:...جو حضرات دفتر ''بینات'' تشریف لاسکتے ہیں، وہ دفتر آکر اپنا مکمل پتہ اور فون نمبر درج کرانے کے ساتھ ماہنامہ ''بینات'' اردو کے لیے مبلغ 400 روپے اور سہ ماہی ''**البينات**'' عربی کے لیے 100 روپے سالانہ فیس جمع کرائیں۔

2:...دور رہنے والے حضرات اپنے مکمل پتہ کے ساتھ مذکورہ فیس کا منی آرڈر دفتر ''بینات'' کے پتہ پر بھیجیں اور منی آرڈر کے آخر میں یہ وضاحت ضرور کریں کہ یہ رقم رسالہ ''بینات'' (اردو یا عربی) کے اجراء کے لیے ہے۔

3:...یا ''بینات'' کے بینک اکاؤنٹ میں مذکورہ فیس جمع کرواکر بینک سے ملنے والی رسید اسکین کرکے اپنے نام، مکمل پتہ اور فون نمبر کے ساتھ ''بینات'' کے ای میل ایڈریس پر میل کردیں، یا بذریعہ ڈاک بھیج دیں۔ اکاؤنٹ نمبر: 0101900-397-7 برانچ کوڈ: 00816، مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

نوٹ:... پرانے خریدار بھی مذکورہ طریقوں سے سالانہ فیس جمع کراسکتے ہیں، مگر ان کے لیے اپنے خریداری نمبر کی وضاحت ضروری ہے (اردو اور عربی کی تعیین کے ساتھ)۔

عائلی قوانین کی دفعہ بندی:

مفتی شعیب عالم
اُستاذ ومفتی دارالافتاء جامعہ

متنِ قانونِ ثبوتِ نسب (پہلی قسط)

عائلی قوانین میں سے ثبوتِ نسب کے احکام کا دفعہ بند مجموعہ پیش خدمت ہے۔ اختصار کے پیشِ نظر دفعات کی تشریحات، متعلقہ مسائل، حوالہ جات، مذاہب اسلامیہ، وطن عزیز اور اسلامی ممالک میں رائج قوانین کو اس میں شامل نہیں کیا گیا۔ فقہِ اسلامی کے ابواب میں سے خاص طور پر عائلی قوانین کی صیغہ بندی کی ضرورت اس لیے بھی پیش آئی کہ پاکستان میں مسلم پرسنل لاء (شریعت) اطلاق ایکٹ ۱۹۶۲ء مسلمانوں پر اُن کے شخصی قوانین کے سلسلے میں شریعت (فقہ اسلامی) کو نافذ ٹھہراتا ہے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے اور فقہِ اسلامی کو رائج عدالتی اُسلوب میں ڈھالنے کے لیے شخصی قوانین کی دفعہ بندی کی گئی ہے، جو اُمید ہے کہ طلبہ، علماء، وکلاء اور ججز سمیت عام فقہِ اسلامی سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لیے بھی مفید ہوگی۔ فیملی لاء کی دفعہ سازی پر اس سے پہلے جن اہلِ علم نے کام کیا ہے، ان کا کام اگرچہ وقیع اور قابل قدر ہے، ان کو سبقت کی فضیلت بھی حاصل اور اُمتِ مسلمہ ان کی مشکور ہے۔ مگر اللہ پاک کی ذات سے امید ہے کہ یہ کاوش زیادہ دقیق وعمیق اور مفصل وجامع ثابت ہوگی۔ وما ذٰلک علی اللّٰہ بعزیز۔ (شعیب عالم)

بابِ اول

متنِ قانونِ ثبوتِ نسب
(ثبوتِ نسب کے متعلق قرآن وسنت پر مبنی قانون)

تمہید:

ہرگاہ کہ قرینِ مصلحت ہے کہ ثبوتِ نسب سے متعلق قرآن وسنت کے احکامات، اُن پر مبنی فقہی اجتہادات وجزئیات اور جدید تحقیقات کو عصری قوانین کے قالب میں ڈھالا جائے، تاکہ شریعت اور آئین کے اغراض ومقاصد میں سے تحفظِ نسل کا اہم مقصد حاصل کیا جائے، باشندگانِ وطن میں سے ہر ایک کو

شناخت و پہچان حاصل ہو، اس کے معاشرتی وقار اور سماجی حیثیت کا تعین ہو، عفت وعصمت کا تحفظ ہو، خاندان کا ادارہ مضبوط و مستحکم ہو، نسلِ انسانی کی بقا اور صحیح النسبی کی صورت میں مملکتِ خداداد کے ہر فرد کو وہ معاشرتی عزت و وقار اور جائز مقام و مرتبہ حاصل ہو، جس کا وہ انسانیت، شریعت اور آئین و قانون کی رو سے مستحق ہے، علی الخصوص تعینِ نسب کی وجہ سے قرابتوں اور رشتوں کی پہچان ہو اور ہر شخص اپنے ذمہ واجب الاداء فرائض اور قابلِ حصول حقوق سے آگاہ ہو، لہٰذا بذریعہ ہٰذا درج ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے۔

دفعہ۔ 1 مختصر عنوان، وسعت اور نفاذ:

الف۔ یہ قانون قانونِ ثبوتِ نسب کہلائے گا۔

ب۔ اس قانون کا نفاذ اس تاریخ سے ہوگا جو آئین کے تحت مجاز فرد، ادارہ یا ہیئت جیسی صورت ہو، اس کے لیے تجویز کرے۔

دفعہ۔ 2 تعریفات:

اس قانون میں تاوقتیکہ سیاق وسباق عبارت سے کچھ اور مطلب ومفہوم نہ نکلتا ہو، درج ذیل الفاظ کے وہی معنی لیے جائیں گے جو بذریعہ ہٰذا بالترتیب ان کے لیے مقرر کیے گئے ہیں، یعنی:

(1) نکاح

مرد وزن کے مابین مخصوص شرعی شرائط کے تابع وجود میں آنے والے ایک ایسے معاہدے کا نام ہے، جس کے تحت فریقین کے مابین صنفی تعلقات روا، پیدا ہونے والی اولاد کا نسب درست اور باہم حقوق وفرائض عائد ہو جاتے ہیں۔

(2) نکاحِ صحیح

ایسا نکاح جو اپنے تمام ارکان اور ضروری شرائط کی بجاآوری کے ساتھ انجام دیا گیا ہو۔

(3) نکاحِ فاسد

وہ ہے جس میں صحتِ نکاح کی شرائط میں سے کوئی شرط یا شرائط مفقود ہوں، بالفاظِ دیگر جس میں صحتِ نکاح کی کسی شرط یا شرائط کی تعمیل نہ کی گئی ہو۔ قبل الدخول اس کا وہی حکم ہے جو نکاح باطل کا ہے۔

(۴) نکاحِ باطل

جو از روئے شرع کالعدم اور سرے سے منعقد ہی نہ ہو۔ نکاحِ باطل نتیجے کے لحاظ سے بے اثر

رہتا ہے اور اس سے فریقین کے درمیان کوئی ازدواجی حق قائم نہیں ہوتا۔

(5) شبہ

جو ثابت نہ ہو، مگر ثابت کے مشابہ ہو۔

(6) شبہۃ المحل

جو شبہ محل کو حلال قرار دینے والی دلیل کی بنا پر پیدا ہو، وہ ''شبہۃ المحل'' ہے۔ اس کو شبہ ملک، شبہ مملوک، شبہ حکمیہ بھی کہتے ہیں، اس کی مثال بیٹے کی باندی سے وطی کرنا ہے۔

(7) شبہۃ العقد

عقد صورۃً موجود ہو، لیکن حقیقۃً موجود نہ ہو، جیسے محارم سے نکاح کر کے وطی کی جائے۔

(8) شبہۃ الفعل

جس شخص پر حرمت اور حلت مشتبہ ہو جائے اور وہ اپنے قصورِ فہم کی بنا پر غیر دلیل کو جواز کی دلیل سمجھ کر ارتکاب کر بیٹھے۔ اس قسم کی مثالیں جیسے: طلاق بائن کی عدت میں بیوی سے صحبت کرنا، اسی طرح باپ کی یا زوجہ کی باندی سے جماع یا طلاق بالمال دینے کے بعد مطلقہ سے جماع کرنا، وغیرہ۔

(9) فراش

عورت ایک ہی شخص کے واسطے بچے پیدا کرنے کے لیے متعین ہو۔ نکاحِ صحیح میں ثبوتِ فراش کا مطلب ہے کہ استقرارِ حمل کے وقت زن وشو میں زوجیت کا رشتہ قائم تھا، اس لیے عقدِ نکاح سے فراش کا بھی تعین ہو جاتا ہے اور حمل کے لیے نقطۂ آغاز بھی قرار پاتا ہے۔

نکاحِ فاسد میں مفتیٰ بہ قول کے مطابق فراش کا تحقق، ''دخول'' سے ہوتا ہے، اس لیے حمل کی مدت بھی دخول کے بعد محسوب ہوتی ہے۔

(10) ولد الملاعنۃ:

وہ بچہ جس کی ولدیت لعان کی کارروائی کے سبب مجاز عدالت نے باپ سے قطع کر دی ہو۔

(11) عدت

نکاح کے آثار کے خاتمے کے لیے شریعت نے عورت کے واسطے جو مدت مقرر کی ہے، اس کا نام ''عدت'' ہے یا نکاح یا شبہ نکاح کے زوال کے بعد عورت کا ایک مدت تک انتظار کرنا ''عدت'' کہلاتا ہے۔

(12) مراہقہ

قریب البلوغ لڑکی جس سے جماع ممکن ہو۔

(13) مراہق

قریب البلوغ لڑکا، جو بلوغ کی اقل مدت کو پہنچ چکا ہو، مگر بلوغ کی کوئی علامت نہ پائی جاتی ہو۔ بلوغت کی اقل مدت لڑکی کے لیے نو سال، لڑکے کے لیے بارہ سال اور اکثر مدت دونوں کے لیے پندرہ سال ہے۔

(14) کبیرہ

بالغہ لڑکی مراد ہے۔

(15) آیسہ

جس کو صغرسنی یا کبرسنی کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو یا پاکی کے ایام کی طوالت کی وجہ سے، شریعت اس کو بحکمِ آیسہ گردانتی ہو۔

(16) مدخولہ

جس عورت سے اس کے شوہر نے حقیقی طور پر صحبت کی ہو۔

(17) غیر مدخولہ

جس عورت سے اس کے شوہر نے حقیقی صحبت نہ کی ہو، اگرچہ خلوتِ صحیحہ ہو چکی ہو۔

(18) بینونت

رشتۂ نکاح کا منقطع ہونا مراد ہے۔

(19) بینونتِ صغریٰ

قطع زوجیت کی ایسی صورت جس میں بدون حلالۂ شرعیہ صرف تجدیدِ نکاح سے رشتۂ زوجیت بحال ہوسکتا ہو۔

(20) بینونتِ کبریٰ

جس میں حلالۂ شرعیہ کے بغیر بائنہ سے تجدیدِ نکاح ممکن نہ ہو۔

(21) حرمتِ غلیظہ

بینونتِ کبریٰ کی مترادف اصطلاح ہے۔

(22) رجعت

معتدہ کو لوٹا لینا خواہ قولاً ہو یا فعلاً اور شوہر نے رجعت پر گواہان قائم کیے ہوں یا نہ کیے ہوں۔ رجعت معتدہ کے فعل سے بھی ممکن ہے۔

(23) طلاقِ رجعی

وہ طلاق مراد ہے جس میں رجعت ممکن ہو۔

(24) طلاقِ بائن

ایسی طلاق جس کے اثر سے رشتۂ ازدواج ختم ہو جائے اور مطلقہ نکاح سے نکل جائے۔

(25) معتدہ بائنہ

جو عورت طلاقِ بائن کی عدت میں ہو۔

(26) معتدہ رجعیہ

جو عورت طلاقِ رجعی کی عدت میں ہو۔

(27) معتدۃ الوفات

جو عورت شوہر کی وفات کی عدت گزار رہی ہو۔

(28) صریح طلاق

جو طلاق نیت کی محتاج نہ ہو، خواہ صریح ہو یا کنایہ۔

(29) اقرار

کسی دوسرے کے حق کے اپنے ذمہ واجب ہونے کی خبر دینے کو ''اقرار'' کہتے ہیں۔ جو شخص اقرار کرے اُسے ''مُقِر''، جس کے متعلق کسی حق کا اقرار کیا جائے، اسے ''مُقِر لہٗ''، اور جس حق کا اقرار کیا جائے اُسے ''مُقِر بہٖ'' کہتے ہیں۔

(30) بینہ

کسی معاملے کے ثبوت کے ذریعہ کو ''بینہ'' کہتے ہیں۔

(31) لعان

ایسی چار گواہیاں جو قسموں سے مؤکد ہوں، شوہر نے اپنی پانچویں گواہی میں اپنے اوپر لعنت بھیجی ہو اور عورت نے اپنے اوپر غضب کی بددعا کی ہو، شوہر کے حق میں یہ گواہیاں حدِ قذف کے قائم مقام ہیں اور بیوی کے حق میں حدِ زنا کے قائم مقام ہیں۔

(32) ولد الزنا

زنا کے سبب جس بچہ کی ولادت ہوئی ہو۔

(33) مجہول النسب

جس شخص کا نسب معلوم نہ ہو، مگر ضروری نہیں کہ وہ ولد الزنا بھی ہو۔

(34) قابلہ

دائی/ جنائی

(35) کامل شہادت

دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ''کامل شہادت'' ہے۔

(36) مرض الموت

ایسا مرض جس میں موت کا گمان غالب ہو اور سال گزرنے سے قبل مریض کی موت واقع ہو جائے، طویل المدت امراض اس وقت مرض الموت شمار ہوں گے جب ان کی شدت میں مسلسل اضافہ ہو۔

(37) متارکت

نکاحِ فاسد میں زوجین کا یا دونوں میں سے کسی ایک کا دوسرے سے جدا ہونا مراد ہے، اگرچہ جدائی دوسرے فریق کی غیر موجودگی میں ہو، اور خواہ زوجہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ، تاہم مدخولہ ہونے کی صورت میں زبان سے علیحدگی کا اظہار ضروری ہے اور غیر مدخولہ ہونے کی صورت میں علیحدگی کا عزم بھی کافی ہے۔ ایک دوسرے قول کے مطابق زوجہ خواہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ، دونوں ہی صورتوں میں زبان سے جدائی کا اعلان ضروری ہے۔

(38) تفریق

مجاز عدالت کا نکاحِ فاسد کی صورت میں ''زوجین کے درمیان علیحدگی کر دینا'' مراد ہے۔

(39) باکرہ

جس کے ساتھ بذریعہ نکاح یا زنا کسی مرد نے صحبت نہ کی ہو، اگرچہ کھیل کود یا مرض کے سبب اس کی بکارت زائل ہوگئی ہو۔

دفعہ۔ 3 نسب کی تعریف:

نسب اس شرعی تعلق کا نام ہے جو قرابت کے سبب والدین یا دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ قائم ہوجاتا ہے۔

دفعہ۔ 4 نسب کے نتائج واثرات:

قیامِ نسب کے ساتھ ہی فریقین پر حقوق وذمہ داریاں عائد ہوجاتی ہیں، جن میں وراثت ولایت، حضانت، رضاعت، کفالت اور قرابت وغیرہ کے حقوق وفرائض شامل ہیں۔

دفعہ۔ 5 نسب کے مراتب:

(1) نکاح صحیح میں نومولود کا نسب بغیر دعوی کے ثابت ہوگا اور بجز لعان کے نفی سے منتفی بھی نہ ہوگا۔

(2) نکاحِ فاسد میں لعان کے طریقے سے بھی نسب کی نفی ممکن نہیں، یہی حکم اُم ولد کا بھی ہے، البتہ محض نفی سے نسب منتفی ہوجائے گا۔

(3) باندی سے نسب بدون دعویٰ کے ثابت نہ ہوگا۔

دفعہ۔ 6 نسب کی تحویل وتنسیخ:

نسب، بعد از ثبوت، ناقابلِ انتقال وابطال اور ناقابلِ تحویل وتنسیخ ہے۔

دفعہ۔ 7 نسب کا جھوٹا دعویٰ، اقرار یا انکار:

نسب کا جھوٹا دعویٰ، اقرار یا انکار از روئے شرع حرام ہے۔

بابِ دوم

ثبوتِ نسب

فصلِ اول: مادری نسب

دفعہ۔ 8 مادری نسب کا قیام:

مادری نسب کے قیام کا انحصار محض کسی عورت سے ثبوتِ ولادت پر ہے۔

توضیح: مادری نسب وہ ہے جو فقط ماں سے ثابت ہو۔

فصل دوم: پدری نسب

دفعہ۔9 حمل کی مدت:

حمل کی اقل مدت چھ ماہ، غالب مدت نو ماہ اور اکثر مدت دو سال ہے۔

دفعہ۔10 ثبوتِ نسب کے ذرائع:

ثبوتِ نسب کے ذرائع تین ہیں:

(1) نکاح

(2) بینہ

(3) اقرار

توضیح: نکاح خواہ صحیح ہو یا فاسد، مگر باطل نہ ہونا چاہیے۔

باب سوم

نکاحِ صحیح و فاسد کی صورت میں ثبوتِ نسب

فصل اول: نکاح صحیح

دفعہ۔11 نکاحِ صحیح کی صورت میں ثبوتِ نسب:

(1) جو بچہ جائز زوجیت کے زمانہ میں تولد ہو، وہ صحیح النسب قرار پائے گا، اگر چہ باپ اس کے نسب کا اقرار یا اعتراف نہ کرے یا خاموش رہے، بہ شرط یہ کہ:

الف۔ بچہ نکاح سے چھ ماہ یا اس سے زائد مدت میں تولد ہوا ہو۔

ب۔ بچہ کو شوہر سے قرار دینا ممکن ہو بایں طور کہ وہ بالغ یا مراہق ہو۔

ج۔ زوجین کا ملاپ متصور ہو۔

درج بالا شرائط کی موجودگی میں نسب سے انکار بجز لعان کے کسی اور صورت میں ممکن نہ ہوگا۔

(2) جو بچہ نکاح سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہو، وہ ثابت النسب نہیں قرار پائے گا، مگر یہ کہ

زنا کی صراحت کیے بغیر شوہر اس کے نسب کا دعویٰ کرے۔

دفعہ۔12 معتدہ رجعیہ سے ثبوتِ نسب:

(1) جوعورت طلاقِ رجعی کی عدت میں ہو، خواہ عدت حیض سے ہو یا مہینوں سے، بہ شرط یہ کہ:

الف۔ مراہقہ نہ ہو۔

ب۔ عدت گزرنے کا اقرار نہ کرتی ہو۔

اگر طلاق کے بعد دو سال یا اس سے زیادہ مدت گزرنے کے بعد بچہ جنم دے تو:

نسب ثابت سمجھا جائے گا، خواہ دو سال سے مدت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، اور بچہ کی ولادت اس امر کا ثبوت ہوگا کہ شوہر رجوع کر چکا ہے۔

اگر طلاق کے بعد دو سال کے اندر بچہ کو جنم دے تو نسب ثابت ہوگا، تاہم ولادت سے عدت اختتام پذیر ہو جائے گی۔

(2) مطلقہ رجعیہ کبیرہ اگر عدت گزرنے کا اقرار کرتی ہے اور مدت بھی اس لائق ہے، تو ثبوتِ نسب کے واسطے لازم ہوگا کہ:

ولادت اقرار کے بعد چھ ماہ سے پیشتر مگر طلاق کے بعد دو سال کے اندر ہو،

بنابریں:

جو بچہ اقرار کے چھ ماہ بعد پیدا ہو وہ ثابت النسب نہیں کہلائے گا خواہ: بچے کی ولادت طلاق کے چھ ماہ کے اندر ہوئی ہو، یا چھ ماہ سے زیادہ اور دو سال کے اندر ہوئی ہو، یا دو سال یا اس سے زیادہ مدت میں ولادت ہوئی ہو۔

شرط: عدت گزرنے کا اقرار دو شرطوں کی رعایت سے قابل قبول ہوگا:

الف۔ مدت اس لائق ہو کہ اس میں عدت گزر سکتی ہو۔

ب۔ اقرار عدت گزرنے کے فوراً بعد ہو۔

توضیح: عدت کی اقل مدت حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُنتالیس یوم اور صاحبینؒ کے نزدیک ساٹھ یوم ہے۔ **(جاری ہے)**

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

سورۂ یوسف پر ایک محاوراتی نظر

مولانا فخر الاسلام المدنی
اُستاذِ جامعہ

قرآن مجید کی خوبی ہے کہ اس کا اُسلوبِ بیان' ہر زمان ومکان کے لیے نہایت موزوں ہے۔ جہاں اس کے مضامین میں خواص کے لیے ہیرے جواہرات پر مشتمل معانی کا ذخیرہ ہے، وہیں ایک عام آدمی کے لیے بھی اس کے دلنشین اور عام فہم جملوں میں حکمت وبصیرت کا وافر سامان موجود ہے۔ یہی قرآن کریم کا علمی اعجاز ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ.'' (القمر:۱۷)..... ''اور ہم نے آسان کر دیا قرآن سمجھنے کو، پھر ہے کوئی سوچنے والا؟۔''

زمانہ گزرنے کے ساتھ لوگوں کے طور طریقے بدل جاتے ہیں، مگر ایک چیز جو سارے لوگوں میں قدر مشترک چلی آرہی ہے، وہ روزمرہ کے محاورات ہیں، جو انسان کی سوچ وفکر، خیالات اور ردِ عمل کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اس چیز میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ صدیوں پہلے استعمال ہونے والے محاورات آج کل کے محاورات سے کس قدر مطابقت رکھتے ہیں، اس کا اندازہ سورۂ یوسف میں غور وفکر کرنے سے ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلٰى إِخْوَتِكَ'' (یوسف:۵) یہ ایک جملہ ہے، جسے ہم روزانہ کثرت سے اپنی روزمرہ کی گفتگو میں استعمال کرتے ہیں، فرق صرف الفاظ کا ہے، مثلاً کہا جاتا ہے: ''یہ بات کسی کو مت بتانا، اپنی حد تک رکھنا، یہ بات امانت ہے۔'' اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''مَالَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ'' (یوسف:۱۱) ''آپ ہم پر اعتماد کیوں نہیں کرتے؟ نیز ''إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِيْنَ'' (یوسف:۱۰) ''اگر واقعی آپ لوگ سنجیدہ ہیں۔'' اور ''أَكْرِمِيْ مَثْوَاهُ عَسٰى أَنْ يَّنْفَعَنَا'' (یوسف:۲۱) ''اس کا خیال رکھو، شاید کام آجائے۔'' وغیرہ، وغیرہ۔

آگے چل کر اندازہ ہوا کہ سورۂ یوسف اس طرح کے محاورات اور دل نشین جملوں سے بھری ہوئی ہے۔ اس کی وجہ سورتِ مبارکہ کا ایک قصہ پر مشتمل ہونا بھی ہے۔ بہر حال اگلے صفحات میں سورت میں مذکور اس طرح کے اکثر محاورات کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بعض جگہ پر محاورہ بعینہٖ اپنی اصلی

حالت میں آیت کے اندر مذکور ہے، اور بعض مقامات پر آیت کے مفہوم کو لے کر اس کے سیاق وسباق کو مدِنظر رکھتے ہوئے محاورہ کا انتخاب کیا گیا ہے اور اس کے آگے آیت اور اس کا ترجمہ تحریر کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔اس پورے عمل کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ قرآن مجید میں غور وفکر کے ساتھ سورت کے مضامین سہل انداز میں دل نشین ہو جائیں گے۔ نیز گفتگو کے دوران چونکہ ہم کثرت سے ان محاورات کا استعمال کرتے ہیں، ان کی بجائے اگر قرآن کریم کی ان آیات کو برکت کی نیت سے پڑھنے کا شرف حاصل کریں، اس سے جہاں کلام میں قوت وتاثیر پیدا ہو جائے گی جو دعویٰ مع الدلیل کے زمرہ میں آسکتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہاں قرآن کریم کی آیات کو موقع کے مطابق استعمال کرنے کا فن بھی آ جائے گا۔ تاہم یہ مضمون قرآن کریم سے لغوی ومحاوراتی استفادے کے درجہ میں ہے، اُسے تفسیری وحکمی استناد نہ سمجھا جائے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے میری اس محنت کو شرفِ قبولیت سے نوازے، آمین

نمبر شمار	محاورہ	آیت	ترجمہ
۱	کسی کو بتانا مت، اپنی حد تک رکھنا۔	لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلٰى إِخْوَتِكَ	اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ بتانا۔
۲	اللہ تعالیٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔	إِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ	البتہ تیرا رب خبردار ہے حکمت والا۔
۳	یہ محض ایک قصہ نہیں ہے۔	لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَإِخْوَتِهٖ آيَاتٌ لِّلسَّائِلِيْنَ	البتہ ہیں یوسف اور اس کے بھائیوں کے قصہ میں نشانیاں پوچھنے والوں کے لیے۔
۴	اس سے جان چھڑاؤ۔	اُقْتُلُوْا يُوْسُفَ	یوسف کو قتل ہی کر ڈالو۔
۵	بعد میں دیکھا جائے گا۔	وَتَكُوْنُوْا مِنْ بَعْدِهٖ قَوْمًا صَالِحِيْنَ	اور یہ سب کرنے کے بعد پھر (توبہ کرکے) نیک بن جاؤ۔
۶	ایسے آدمی کو کون مارتا ہے؟	قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ	ان ہی میں سے ایک کہنے والے نے کہا: یوسف کو قتل نہ کرو۔
۷	کوئی تو اُٹھا کر لے جائے گا!	يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ	کوئی قافلہ اُسے اٹھا کر لے جائے۔
۸	اگر واقعی آپ لوگ سنجیدہ ہو۔	إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِيْنَ	البتہ اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے۔
۹	آپ ہم پر اعتماد کیوں نہیں کرتے؟	مَالَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ	یہ آپ کو کیا ہوگیا؟ آپ یوسف کے معاملے میں ہم پر بھروسہ نہیں کرتے؟
۱۰	اللہ جانتا ہے ہم اس کے خیر خواہ ہیں۔	وَإِنَّا لَهٗ لَنَاصِحُوْنَ	اور ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں۔

۱۱	مجھے ڈر لگتا ہے۔	إِنِّىٓ أَخَافُ أَنْ يَّأْكُلَهُ الذِّئْبُ	مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کوئی بھیڑیا اسے کھا جائے۔
۱۲	ہم ہیں نا/ ہم کس دن کے لیے زندہ ہیں؟	لَئِنْ أَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّآ إِذًا لَّخٰسِرُوْنَ	ہم ایک مضبوط جتھے کی شکل میں ہیں، اگر پھر بھی بھیڑیا کھا جائے تو ہم بالکل ہی گئے گزرے ہیں۔
۱۳	خیر تو ہے؟ (آپ لوگ رو رہے ہو؟)	قَالُوْا يَآ أَبَانَآ إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ	کہنے لگے: اے باپ! ہم لگے دوڑنے آگے نکلنے کو اور چھوڑا یوسف کو اپنے اسباب کے پاس، پھر اس کو کھا گیا بھیڑیا۔
۱۴	آپ نے کب ہماری بات پر یقین کیا ہے؟	وَمَآ أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِيْنَ	اور آپ ہماری بات کا یقین نہیں کریں گے، چاہے ہم کتنے ہی سچے ہوں۔
۱۵	مجھے پتہ تھا، آپ لوگ یہی کریں گے۔	بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا	بلکہ تمہارے دلوں نے اپنی طرف سے ایک بات نکالی ہے۔
۱۶	صبر کرو، اللہ مدد کرے گا۔	فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ	اب تو میرے لیے صبر ہی بہتر ہے اور جو باتیں تم بنا رہے ہو، اس پر اللہ ہی سے مدد درکار ہے۔
۱۷	بڑی خوشی کی بات ہے۔	قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلَامٌ	کہنے لگا: کیا خوشی کی بات ہے، یہ ہے ایک لڑکا۔
۱۸	رکھ لو، شاید کام آجائے۔	أَكْرِمِىْ مَثْوَاهُ عَسٰٓى أَنْ يَّنْفَعَنَا	اس کو عزت سے رکھنا، مجھے اب لگتا ہے کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے گا۔
۱۹	ان کو ہر حال میں جان چھڑانی تھی۔	وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ	اور ان کو یوسفؑ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔
۲۰	لوگ اس بات کو کہاں سمجھتے ہیں؟	وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ	لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔
۲۱	دیر کس بات کی؟	هَيْتَ لَكَ	ابھی آجاؤ۔
۲۲	اللہ کی پناہ۔	مَعَاذَ اللّٰهِ	اللہ کی پناہ۔

۲۳	اس آدمی کا مجھ پر بڑا احسان ہے۔	إِنَّهُ رَبِّیْ أَحْسَنَ مَثْوَایَ	وہ میرا آقا ہے، اس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے۔
۲۴	آدمی بڑا اچھا ہے۔	إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ	بے شک وہ ہمارے منتخب بندوں میں سے تھے۔
۲۵	اللہ نے بچایا۔	وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَّأٰی بُرْهَانَ رَبِّهٖ	اور یوسفؑ کے دل میں بھی اس عورت کا خیال آ چلا تھا، اگر وہ اپنے رب کی دلیل کو نہ دیکھ لیتے۔
۲۶	آپ کے خیال میں اس کی کیا سزا ہونی چاہیے؟	مَـا جَـزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِـأَهْلِکَ سُوْءًا	جو کوئی تمہاری بیوی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے، اس کی سزا اس کے سوا اور کیا ہے کہ اسے.....
۲۷	یہ لوگ بڑے سازشی ہیں۔	إِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ	واقعی عورتوں کی مکاری بہت سخت ہے۔
۲۸	اس مسئلہ کو ختم کرو۔	یُوْسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا	یوسف! تم اس بات کا کچھ خیال نہ کرو۔
۲۹	توبہ کرو۔	اسْتَغْفِرِیْ لِذَنْبِکِ	اور اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی مانگ۔
۳۰	غلطی آپ کی ہے۔	إِنَّکِ کُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِیْنَ	یقینی طور پر تو ہی خطا کار ہے۔
۳۱	اتنے بڑے آدمی کی یہ حرکتیں!	امْرَأَةُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ نَّفْسِهٖ	عزیز کی بیوی اپنے نوجوان غلام کو ورغلا رہی ہے۔
۳۲	میرے خیال میں غلطی اس کی ہے	إِنَّا لَنَرَاهَا فِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ	ہمارے خیال میں تو وہ یقینی طور پر کھلی گمراہی میں مبتلا ہے۔
۳۳	ذرا ایک جھلک دکھایئے ان کو۔	قَالَتِ اخْرُجْ عَلَیْهِنَّ	ذرا باہر نکل کر ان کے سامنے آؤ۔
۳۴	یہی تو ہے جس کا میں بتا رہا تھا۔	فَذٰلِکُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ	یہ ہے وہ شخص جس کے بارے میں تم نے مجھے طعنے دیئے تھے۔
۳۵	دیکھو! اگر میری بات نہیں مانو گے تو پچھتاؤ گے۔	وَلَـئِـنْ لَّـمْ یَـفْـعَلْ مَـا آمُـرُهٗ لَیُسْجَنَنَّ	اگر یہ میرے کہنے پر عمل نہیں کرے گا تو اسے ضرور قید کیا جائے گا۔
۳۶	اس سے تو مر جانا ہی بہتر ہے۔	رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَیَّ	اے میرے رب! قید خانہ مجھے زیادہ پسند ہے۔

۳۷	اللہ نے اس کی سن لی۔	فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ	چنانچہ یوسفؑ کے رب نے ان کی دعا قبول کی۔
۳۸	یہ تو بعد میں پتہ چلا۔	ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ	پھر ان لوگوں نے (یوسفؑ کی پاکدامنی) کی بہت سی نشانیاں دیکھ لینے کے بعد بھی.....
۳۹	آپ بڑے اچھے آدمی لگ رہے ہیں۔	إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ	ہمیں تم نیک آدمی نظر آتے ہو۔
۴۰	ابھی بتاتا ہوں، پہلے میری بات سنو۔	قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا	یوسفؑ نے کہا: جو کھانا تمہیں دیا جاتا ہے، وہ ابھی آنے نہیں پائے گا کہ میں تمہیں بتلا دوں گا۔
۴۱	یہ سب اللہ کا کرم ہے۔	ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي	یہ علم ہے کہ مجھ کو سکھایا میرے رب نے
۴۲	آپ کو ایسا تو نہیں کرنا چاہیے تھا۔	مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ	ہمیں یہ حق نہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک ٹھہرائیں۔
۴۳	اللہ کا بڑا احسان ہے جی، مگر لوگ کہاں سمجھتے ہیں؟!	ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ	یہ ہم پر اور تمام لوگوں پر اللہ کے فضل کا حصہ ہے، لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے
۴۴	آپ مجھے بتائیں: یہ اچھا ہے یا وہ؟	أَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ	کیا بہت سے متفرق رب بہتر ہیں یا وہ ایک جس کا اقتدار سب پر چھایا ہوا ہے۔
۴۵	ہمیں بھی یاد کر لینا۔	اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ	اپنے آقا سے میرا بھی تذکرہ کرا دینا۔
۴۶	اگر پتہ ہے تو بتائیں۔	أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِنْ كُنْتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ	اے درباریو! اگر تم خواب کی تعبیر دے سکتے ہو تو میرے اس خواب کا مطلب بتاؤ۔
۴۷	فضول باتیں ہیں۔	قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالِمِينَ	انہوں نے کہا: یہ پریشان قسم کے خیالات ہیں اور ہم خوابوں کی تعبیر کے علم سے واقف بھی نہیں۔
۴۸	بالآخر اس کو یاد آ گیا۔	وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ	اور ایک لمبے عرصہ کے بعد بات یاد آئی۔
۴۹	پھر ایک وقت ایسا بھی آئے گا۔	ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ	پھر اس کے بعد ایک سال ایسا آئے گا

۵۰	پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟	اِرْجِعْ إِلٰی رَبِّکَ فَاسْئَلْهُ	اپنے مالک کے پاس جاؤ اور اس سے پوچھو
۵۱	بالآخر سچ سامنے آ ہی گیا۔	اَلْآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ	اب تو حق بات سب پر کھل گئی۔
۵۲	اگر سچ پوچھیں تو غلطی میری ہی تھی۔	أَنَا رَاوَدْتُّهُ عَنْ نَّفْسِهٖ	میں نے اسے اس کے نفس کے معاملہ میں پھسلایا تھا۔
۵۳	میں اپنی تعریف نہیں کر رہا۔	وَمَا أُبَرِّءُ نَفْسِیْ	اور میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میرا نفس بالکل پاک ہے۔
۵۴	آدمی کام کا ہے، اسے میرے پاس لاؤ۔	وَقَالَ الْمَلِکُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ	اور بادشاہ نے کہا: اس کو میرے پاس لے آؤ۔
۵۵	آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے ہاں آپ کا بڑا مرتبہ ہے۔	إِنَّکَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَکِیْنٌ أَمِیْنٌ	آج سے ہمارے پاس تمہارا بڑا مرتبہ ہوگا اور تم پر پورا بھروسہ کیا جائے گا۔
۵۶	ایک موقع دے کر تو دیکھو۔	اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْأَرْضِ	آپ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجیے۔
۵۷	یہ تو کچھ بھی نہیں، بشرطیکہ آپ ہماری بات مان لیں۔	وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ آمَنُوْا	اور آخرت کا جو اجر ہے وہ لوگوں کے لیے کہیں زیادہ بہتر ہے جو ایمان لائے۔
۵۸	میں نے تو دیکھتے ہی پہچان لیا۔	فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْکِرُوْنَ	یوسف نے تو انہیں پہچان لیا اور وہ یوسف کو نہیں پہچان پائے۔
۵۹	آپ ہی بتائیں میں کیسا آدمی ہوں؟	أَلَا تَرَوْنَ أَنِّیْ أُوْفِ الْکَیْلَ	کیا تم یہ نہیں دیکھ رہے کہ میں پیمانہ بھر بھر کر دیتا ہوں۔
۶۰	اگر یہ حرکت کی تو آئندہ میرے پاس مت آنا۔	فَإِنْ لَّمْ تَأْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا کَیْلَ لَکُمْ عِنْدِیْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ	اب اگر تم اسے لے کر نہ آئے تو میرے پاس تمہارے لیے کوئی غلہ نہیں ہے۔
۶۱	ہم کوشش کریں گے کام ہو جائے گا۔	وَإِنَّا لَفَاعِلُوْنَ	اور ہم ایسا ضرور کریں گے۔
۶۲	شاید وہ لوٹ آئیں۔	لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ	شاید وہ دوبارہ آئیں۔
۶۳	ہماری مرضی۔	نُصِیْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَاءُ	ہم اپنی رحمت سے جس کو چاہیں پہنچاتے ہیں۔

۶۴	آئندہ شکایت نہیں ہوگی۔	أَرْسِلْ مَعَنَا أَخَانَا نَكْتَلْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ	آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیں، تاکہ ہم غلہ لاسکیں اور یقیناً ہم اس کی پوری حفاظت کریں گے۔
۶۵	اس سے پہلے بھی آپ نے یہی کہا تھا۔	هَلْ آمَنُكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا كَمَا أَمِنْتُكُمْ عَلٰى أَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ	کیا میں اس کے بارے میں تم پر ویسا ہی بھروسہ کروں، جیسا اس کے بھائی کے بارے میں تم پر پہلے کیا تھا۔
۶۶	اور کیا چاہیے؟	قَالُوْا يَا أَبَانَا مَا نَبْغِيْ	وہ کہنے لگے: اے ابا جان! ہمیں اور کیا چاہیے؟
۶۷	آپ قسم اُٹھاؤ۔	حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ	جب تک تم اللہ کے نام پر مجھ سے یہ عہد نہ کرو۔
۶۸	جب جانے پر بضد ہو تو ایک کام کرنا۔	يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ	میرے بیٹو! تم سب ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا۔
۶۹	میں اتنا ہی کرسکتا ہوں۔	وَمَا أُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ	اور میں نہیں بچا سکتا تم کو اللہ کی کسی بات سے۔
۷۰	گھبراؤ مت۔	فَلَاتَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	لہٰذا تم ان باتوں پر رنجیدہ نہ ہونا جو یہ کرتے رہتے ہیں۔
۷۱	کیا ہم آپ کو چور لگ رہے ہیں؟	تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ	اللہ کی قسم! آپ لوگ جانتے ہیں کہ ہم زمین میں فساد پھیلانے نہیں آئے
۷۲	اچھا اگر آپ جھوٹے نکلے تو کیا ہوگا؟	قَالُوْا فَمَا جَزَاءُهٗ إِنْ كُنْتُمْ كَاذِبِيْنَ	انہوں نے کہا کہ: اگر تم لوگ جھوٹے ہوئے تو اس کی سزا کیا ہوگی؟
۷۳	قانون کے مطابق سزا پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔	قَالُوْا جَزَاءُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَاءُهٗ	انہوں نے کہا: اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے کجاوے سے نکلا وہ خود سزا میں دھرلیا جائے گا۔
۷۴	ان لوگوں کی یہ پہلی حرکت تھوڑی ہے!	إِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ	اگر اس نے چوری کی تو اس کا ایک بھائی بھی پہلے چوری کرچکا۔
۷۵	اللہ بچائے ہم یہ نہیں کرسکتے	قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ أَنْ نَّأْخُذَ إِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗ	بولا: اللہ پناہ دے کہ ہم کسی کو پکڑیں مگر جس کے پاس پائی ہم نے اپنی چیز۔

۷۶	چلوآجاؤمشورہ کرتے ہیں۔	خَلَصُوْا نَجِيًّا	الگ ہوکر چپکے چپکے مشورہ کیا۔
۷۷	اب کیا ہوگا وہ پہلے سے غصہ میں تھے۔	وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ	اور اس سے پہلے تم یوسف کے معاملے میں قصور کر چکے۔
۷۸	میں تونہیں آؤں گا آپ چلے جاؤ۔	فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتّٰى يَأْذَنَ لِيْ أَبِيْ	لہٰذا میں اس ملک سے اس وقت تک نہ ٹلوں گا جب تک میرے والد اجازت نہ دے دیں۔
۷۹	ہمیں کیا معلوم کہ ایسا ہوگا۔	وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَافِظِيْنَ	اور غیب کی نگہبانی تو ہمارے بس میں نہیں تھی۔
۸۰	ہمیں چھوڑ دو، وہیں موجود لوگوں سے آپ پوچھیں۔	وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا	اور جس بستی میں ہم تھے اس سے پوچھ لیجیے۔
۸۱	کب تک اس کو یاد کرو گے؟	تَاللّٰهِ تَفْتَؤُ تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا	اللہ کی قسم! آپ یوسف کو یاد کرنا نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ آپ بالکل گھل جائیں۔
۸۲	آپ کو کیا تکلیف ہے؟	إِنَّمَا أَشْكُوْ بَثِّيْ وَحُزْنِيْ إِلَى اللّٰهِ	میں اپنے رنج وغم کی فریاد صرف اللہ سے کرتا ہوں۔
۸۳	اللہ کے لیے کوئی مشکل نہیں۔	عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّأْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا	کوئی بعید نہیں اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے۔
۸۴	دیکھو آپ کو نقصان ہوسکتا ہے۔	حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا أَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهَالِكِيْنَ	یہاں تک کہ آپ گھل جائیں یا ہلاک ہوجائیں۔
۸۵	مایوسی کفر ہے۔	إِنَّهُ لَا يَيْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُوْنَ	اللہ کی رحمت سے کافر ناامید ہوتے ہیں۔
۸۶	اللہ کے لیے دے دو، اللہ آپ کا بھلا کرے گا۔	وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا إِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ	اللہ کے لیے ہم پر احسان کیجیے، یقیناً اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے
۸۷	آپ کو یاد ہے؟ آپ نے کیا کیا؟	هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَأَخِيْهِ	کیا تمہیں معلوم ہے تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا؟
۸۸	اچھا وہ آپ ہو؟	إِنَّكَ لَأَنْتَ يُوْسُفُ	بے شک تم یوسف ہو؟
۸۹	جی ہاں! میں وہ آدمی ہوں	قَالَ أَنَا يُوْسُفُ	کہا: میں یوسف ہوں

۹۰	اللہ نے بڑا کرم کیا جی۔	قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا	تحقیق اللہ نے احسان کیا۔
۹۱	اللہ نے بڑا نوازا ہے آپ کو۔	لَقَدْ آثَرَکَ اللّٰهُ عَلَيْنَا	تحقیق اللہ نے تم کو ہم پر ترجیح دی۔
۹۲	میں مانتا ہوں مجھ سے غلطی ہوئی۔	وَإِنْ كُنَّا لَخَاطِئِيْنَ	اور ہم یقیناً خطا کار تھے۔
۹۳	چلو کوئی بات نہیں اللہ غفور رحیم ہے۔	لَاتَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ	آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔
۹۴	آپ کہیں گے اس بڑے میاں کو کیا ہوا؟	لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُوْنِ	اگر کہو کہ بوڑھا سٹھیا گیا۔
۹۵	یہ کوئی نئی بات نہیں۔	إِنَّکَ لَفِيْ ضَلَالِکَ الْقَدِيْمِ	آپ ابھی تک اپنی پرانی غلط فہمی میں پڑے ہیں۔
۹۶	یاد ہے میں نے کیا کہا تھا؟	أَلَمْ أَقُلْ لَّكُمْ إِنِّيْ أَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ	کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا: میں ان کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔
۹۷	ابھی کرتا ہوں۔	سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ	عنقریب میں اپنے پروردگار سے تمہاری بخشش کی دعا کروں گا۔
۹۸	تشریف لایئے! خوش آمدید!	اُدْخُلُوْا مِصْرَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ آمِنِيْنَ	سب مصر میں داخل ہوجائیں، ان شاءاللہ! سب امن سے رہیں گے۔
۹۹	آپ کے کیا کیا احسانات تھے مجھ پر۔	رَبِّ قَدْ أٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَأْوِيْلِ الْأَحَادِيْثِ	اے رب! تو نے دی مجھ کو کچھ حکومت اور سکھایا مجھ کو کچھ پھیرنا باتوں کا۔
۱۰۰	اب ایک حسرت باقی ہے۔	تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ أَلْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ	مجھے اس حالت میں دنیا سے اٹھانا کہ میں تیرا فرماں بردار ہوں اور مجھے نیک لوگوں میں شامل کرنا۔

خوانِ بنوریؒ سے

افادات: محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا امین اورکزئیؒ کی خوشہ چینی

(تیسری قسط)

ضبط وکتابت: مولانا محمد امین اورکزئی رحمۃ اللہ علیہ
مرتبہ ومرسلہ: مولانا محمد طفیل کوہاٹی

☆:......حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اعلم الصحابہؓ تھے، بلکہ افضل بھی تھے باجماع الصحابہؓ، اور آپؓ کی افضلیت بالکل بدیہی تھی، دلیل کی محتاج نہ تھی۔ اس لیے مسلمان تو کیا کفارِ مکہ جاہلیت کے زمانے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؓ کا مرتبہ قرار دیتے تھے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اُحد کے موقع پر کہا: ''**هل فيكم محمد؟ قال: لاتجيبوه ، قال: هل فيكم ابن أبي قحافة؟ قال: لا تجيبوه ، قال: هل فيكم ابن الخطاب؟!**''

☆:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخِ انور کی تشبیہ صفائی میں ورقِ مصحف سے دی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک چہرے پر دھبے وغیرہ نہ تھے، یا رُخِ انور میں ایسی جاذبیت تھی، جیسا کہ اوراقِ مصحف کلامِ الٰہی کی وجہ سے جاذبِ نظر ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو بھی قرآن سے تعبیر کیا گیا: ''**کان خلقه القرآن**'' لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیرت اور صورت دونوں کے لحاظ سے قرآن کے مظہر تھے۔

☆:...... بخاری شریف کو تین سال میں پڑھایا جائے، وقت بھی دو گھنٹے ہو، روزانہ ایک ورق تک مقدارِ خواندگی ہو اور ''**فتح الباری، عمدة القاری، إرشاد الساری، خیرا لجاری، توشیح**'' اور ''**تنقیح**'' سارا سامان پیشِ نظر ہو، تب کچھ کام ہوگا۔

☆:......شیخ طوسیؒ کا قلمی نسخۂ بخاری میرے پاس ہے، بہت عمدہ ہے اور تین سو سال کا لکھا ہوا ہے اور بہت اچھا لکھا گیا ہے۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ میں نے ''**معارف السنن**'' میں کوشش کی ہے کہ تلخیص اور تنقیح کے ساتھ تعبیر اور ترتیب بھی ایسی رکھی ہے کہ مدرس کے لیے آسان ہو تو تصنیف میں تدریس کا کام بھی کیا۔

☆:......حضرت مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے تقریر میں ایسا عجیب ملکہ عطا فرمایا تھا کہ مختلف مواد کو تقریر میں ایسا جوڑ دیتے تھے کہ ہم حیران رہ جاتے، مگر تصنیف میں یہ حسنِ ترتیب نظر نہیں آتی

اور ہمارا معاملہ بالعکس ہے۔فرمایا کہ: مولانا عثمانیؒ کی تقریر کا یہ حال تھا کہ وہ اگر صرف اتنی بات کہنا چاہتے کہ ''میں دیوبند سے ڈابھیل پہنچا'' تو اس کے لیے کم از کم آدھ گھنٹہ وقت چاہیے ہوتا اور ایسے دلکش انداز میں یہی بات آدھے گھنٹہ میں بیان کرتے کہ سامع پر بالکل شاق نہ گزرے۔ [یہ تقریر حضرتؒ نے اس بات پر فرمائی کہ نماز میں اتباعِ امام کے بارے میں ائمہ کی کیا آرا ہیں؟ تو فرمایا: ''عند الثلثة علی المعاقبة''اور''عند الحنفية علی سبيل المقارنة.'']

☆:......''التحقيق فی أحاديث الخلاف لابن الجوزيؒ''اور''التنقيح''[تلخيص التحقيق فی أحاديث التعليق] لابن عبدالهادی الحنبلیؒ وکلاهما لم يطبعا . دونوں نفیس کتابیں ہیں۔ابن الجوزیؒ بڑے محقق عالم ہیں اور منصف مزاج ہیں، اپنی حنبلیت میں متعصب نہیں۔ فرمایا کہ: موضوعات پر ان کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے متشدد ہیں اور عجیب یہ ہے کہ اپنی ایک کتاب''المدهش''میں'جو وعظ اور نصیحت کے موضوع پر ہے'ایسی واہیات اور موضوعات ذکر کی ہیں جن پر خود انہوں نے موضوع کا حکم لگایا ہے۔اس پر شیخ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ:''ابن الجوزیؒ پر یہ مواخذہ ہوا کہ وہ احادیث کے بارے میں متشدد ہیں اور مواعظ وغیرہ میں سخت متساہل ہیں۔''

☆:......قمر کے نور کے مستفاد ہونے پر تو سب کا اتفاق ہے، اسی طرح اگر حرارتِ شمس کو بھی مستفاد من الغیر مان لیں، تو اس میں کوئی استبعاد نہیں۔ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ: پہاڑ اور چوٹیوں کے سرے چونکہ شفاف فضا میں ہوتے ہیں، اس لیے ان پر گرمی کم ہوتی ہے اور کثیف زمین پر جب شعاعیں پڑتی ہیں، تو در و دیوار اور سطح زمین گرم ہو جاتی ہے اور حرارت پھر اوپر کی طرف لوٹ جاتی ہے اور ہوا بھی گرم ہو جاتی ہے، یہ وجہ ہے کہ پہاڑیوں اور اونچے مقامات پر گرمی کم اور نچلے مقامات پر زیادہ ہوتی ہے۔

ایک دوسرے صاحب کے جواب میں فرمایا کہ: جہنم کو اگر زیرِ زمین تسلیم کیا جائے یا محیط علی العالم تو اس میں کوئی استحالہ نہیں کہ صرف شمس اس کی حرارت کو جذب کر رہا ہے اور دوسری اشیاء کو اس کی گرمی نہ پہنچتی ہو۔ریڈیو دور سے آواز کھینچ لیتا ہے اور ہمارے کان اس کو قریب سے بھی نہیں سنتے۔ اسی طرح مقناطیس لوہے کو کھینچ لیتا ہے، اور دوسری چیزیں اس کو نہیں کھینچتیں۔خود میرا مشاہدہ ہے، ایک ہندو حکیم نے ایک دوا تیل کی بنائی تھی کہ ہتھیلی پر ڈال کر مقامِ درد کو جذب کے ذریعے پہنچتی تھی اور ہتھیلی کو نہیں جلاتی تھی اور جب اس میں پتھر، لکڑی وغیرہ کوئی چیز ڈالتے تو وہ فوراً جل جاتی، اسی طرح آتشی شیشہ جسم کو نہیں جلاتا اور کپڑے کو جلا دیتا ہے، پھر خصوصاً سیاہ کپڑے کو جلدی آگ لگا دیتا ہے بہ نسبت سفید کے، الغرض! یہ ممکن ہے کہ یہ صرف سورج کا خاصہ ہے کہ وہ جہنم کی حرارت کو جذب کر لیتا ہے اور عالم کی دوسری اشیاء جہنم کی حرارت کو محسوس نہیں کرتے۔

☆:...... اِسفارِ فجر اور تاخیرِ عصر پر حنفیہ کے لیے سب سے عمدہ دلیل قرآن کریم کی آیت کریمہ ہے: ’’فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ‘‘ اور صحیح حدیث میں طلوعِ صبح کی تفسیر نمازِ فجر اور قبل غروب کی نمازِ عصر کے ساتھ وارد ہے اور اب اگر فجر کی نماز تغلیس اور عصر کی مثل ثانی میں پڑھ لی جائے تو قرآن کریم کی تعبیر اس کے موافق نہیں ہوگی۔

☆:...... حضرت مولانا عثمانیؒ کے واسطہ سے ہمارے شیخ المشائخ مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ سنا ہے، وہ فرماتے تھے کہ: قرآن کریم کی کسی آیتِ کریمہ میں اگر اشارہ موجود ہو تو وہ مجھے صحیح حدیث سے زیادہ پسند ہے اور صحاحِ ستہ کی احادیث میں اشارہ غیر صحاح کی احادیثِ صریحہ سے زیادہ پسند ہے، یہ آپ کا ذوق تھا اور بہت لطیف اور نفیس بات فرمائی ہے۔

☆:...... بعض روایات میں مختلف تعبیرات آتی رہتی ہیں اور ایک مضمون مختلف طریقوں سے ادا کیا جاتا ہے، اس موضوع پر تنبیہ فرماتے ہوئے حضرت شیخؒ نے کہا کہ: بخاری میں ادب کا کافی ذخیرہ ہے، اگر آدمی غور کرے۔ فرمایا کہ: حضرت شیخ مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: کسی شیعی نے کہا ہے کہ مسلمانوں کے پاس ادب کی تین کتابیں ہیں: قرآن کریم، صحیح بخاری، ہدایہ۔ فرماتے تھے کہ: شیعی فاضل نے ٹھیک کہا ہے۔

☆:...... حضرت شیخ مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: مجھ سے ایک عالم نے پوچھا کہ: آپ فتح القدیر جیسی کتاب لکھ سکتے ہیں؟ تو میں نے کہا: ہاں، پھر پوچھا کہ ہدایہ جیسی؟ تو میں نے کہا: چھ سطر بھی نہیں۔

☆:...... ’’ولیمہ‘‘ خوشی کے موقع پر طعام کو کہتے ہیں۔ اور ’’وضیمہ‘‘ مصیبت وغمی کے موقع پر بنائے گئے طعام کو کہتے ہیں۔ ’’عجالہ‘‘ وہ طعام جو جلدی سے تیار کیا گیا ہو اور ’’نزل‘‘ باہر سے آئے ہوئے مہمان کے لیے بنائے گئے طعام کو کہتے ہیں، اس طرح طعام کے کل پندرہ نام ہیں۔ تفصیلات **فقه اللغة للثعالبي** میں دیکھئے۔

☆:...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آثار کے تتبُّع سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کبھی ایسی چیز پر سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اطلاق فرماتے ہیں، جس کے لیے سنت میں کوئی اصل ہو، اگرچہ اس کے ساتھ آپؓ کی اپنی رائے کا امتزاج بھی ہو، اس لیے صحابیؓ جب کہے کہ یہ سنتِ رسول ہے تو اس میں بڑے احتیاط کی ضرورت ہے، تاکہ یہ معلوم ہو کہ اصل سنت کیا ہے اور صحابیؓ کی اپنی رائے کا اس میں کتنا دخل ہے؟

قلتُ: وهٰذا من دأب شيخنا العلام يسمح بمثل هٰذه الدرر والغرر ويجود بمثل هٰذه الفوائد والفرائد كأنها الخذف والحصٰى غير مبال بها وكأنه يتكلم بما يعرفه الناس كافة.

☆:...... حدیث میں تقدیم عِشاء علی العَشاء کا جو حکم ہے تو وہ صحابہؓ جیسے فاقہ کشوں کے لیے ہے

اور ہم جو روزانہ چار مرتبہ کھاتے ہیں، ہمارے لیے اس کی گنجائش نہیں۔

☆:......حدیث ابن عباسؓ بخاری[ص:۱۰۶]''**قرء النبي ﷺ فیما أمر وسکت فیما أمر وماکان ربک نسیا**'' حجیتِ حدیث کے بارے میں بہت عمدہ اور قوی دلیل ہے۔

☆:......انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجساد تو بنصِ صحیح قبور میں محفوظ ہوتے ہیں، یہ اُن کے لیے قانونِ کلی ہے، انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دوسرے صلحاء کے اجساد بھی عموماً محفوظ ہوتے ہیں، چنانچہ بارہا مشاہدہ ہوا ہے اور یہ بطورِ اکرام واعزاز کے ہوتا ہے۔اس بارے میں تاریخی وقائع ''**لاتعد ولاتحصی**'' ہیں، **ولایمکن أن تعد** . وفاء الوفاء للسمہودی وغیرہ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں ایک سو سال کے بعد ایک موقع پر محفوظ دیکھا گیا ہے اور جنت البقیع میں موتی کے تدفین کے مواقع پر عموماً یہ مشاہدہ ہوتا ہے اور سنا ہے کہ حضرت مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ٹانگ بھی چھ مہینے کے بعد سالم پائی گئی۔

☆:......عرب کو ''اُمیّین'' کہنے کی وجہ بعض نے یہ لکھی ہے کہ یہ اُم القریٰ کی طرف منسوب ہے، مگر صحیح توجیہ وہی ہے جو کہ حدیث میں وارد ہے کہ ''**نحن أمة أمیة لانکتب ولانحسب**'' یعنی عرب عام طور پر حساب وکتاب سے نابلد تھے، بخلاف یہود ونصاریٰ وغیرہ اقوام کے کہ وہ ان چیزوں میں ماہر تھے۔

☆:......''**فطرۃ**'' سے مراد انسان کی وہ فطری اور خلقی صلاحیت اور استعداد ہے جس کی بنا پر وہ حق کو قبول کر سکے، یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ''انسان یہودی اور نصرانی ہونے کے باوجود بھی مکلّف ہوتا ہے اور تکلیف اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں قبولِ اسلام کی استعداد موجود ہے۔'' تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کے استعداد کے اعتبار سے تین مراتب ہیں: ایک تو یہ کہ ولادت کے بعد وہ اس صحیح توحید اور اسلام کے عقیدہ پر پیدا ہوتا ہے، جس کی تلقین اس کو عالمِ ذر میں کی گئی تھی اور اس حالت میں اس میں قبولِ حق کی استعدادِ قریبہ موجود ہوتی ہے، پھر آگے ماحول کے اعتبار سے اور غلط تربیت کی وجہ سے بعض اوقات غلط راستہ اختیار کر لیتا ہے اور اس وقت بھی اس میں قبولِ حق کی استعداد موجود ہوتی ہے، مگر بعید اور کمزور۔ اور تیسرا مرتبہ ختم علی القلب اور طبع علی القلب کا ہے کہ انسان اپنی ضد اور تعنُّت کی وجہ سے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اپنی استعداد اور صلاحیت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے [اس مرتبہ میں بھی استعداد بالکلیہ مسلوب نہیں ہوتی، کیونکہ تکلیف اس وقت بھی بحال ہوتی ہے، مگر ضعف اور شدتِ بُعد کی وجہ سے کالعدم قرار دی جاتی ہے۔]

☆:......وضعِ جریدہ کے متعلق حدیث وارد ہے اور اس پر بخاریؒ نے جو باب باندھا ہے اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بخاریؒ اس فعل کو عام سنت بتلانا چاہتے ہیں، مگر آگے فسطاط کے ہٹانے کے اثر کو لاکر شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ فعل بے فائدہ ہے۔اس لیے شراح کو بخاری کی مراد سمجھنے میں دقت پیش آئی اور کوئی واضح مقصد اس کا متعین نہیں ہوا۔[شاید بخاری جریدہ اور غیر جریدہ میں فرق کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ وضعِ جریدہ تو مسنون اور اس کے علاوہ غیر مفید ہے۔] بہرحال اصلی بات یہ ہے کہ وضعِ جریدہ عام سنت نہیں، یہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی، اس لیے کہ جس مقصد کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جریدہ رکھا تھا، اس کا حاصل ہونا اُمت کے لیے ناممکن الحصول ہے، کیونکہ جریدہ رکھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ اس کو یقینی علم ہو کہ صاحبِ قبر معذب ہے اور پھر خود بھی وہ اس مقام کا آدمی ہو کہ اس کے دست کی برکت سے تخفیف فی العذاب متوقع ہو اور ظاہر بات ہے کہ اگر یہ عام سنت ہوتی تو سارے صحابہؓ اس پر عمل کرتے، سوائے بریدہؓ کے تمام صحابہؓ کا تعامل اس پر دلیل ہے کہ یہ عام سنتِ تشریعی نہیں تھی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے ساتھ خاص تھی۔

☆:...... قاتلِ عمد اور قاتلِ نفس کے متعلق خلود فی النار کی وعید تغلیظاً وارد ہے، ورنہ یہ دونوں کبائر میں سے ہیں جس سے آدمی کافر نہیں ہوتا اور نص شاہد ہے کہ شرک کے علاوہ تمام گناہ قابلِ عفو ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اعمال صالحہ ہوں یا سیئہ، ان کے متعلق احادیث میں جو سزا و جزا اور وعد و وعید کا ذکر ہے وہ اس خاص عمل کا اصل مزاج اور خاصیت ہے، لیکن یہ عمل جب دوسرے اعمال کے ساتھ مل جاتا ہے تو اپنی خاصیت پر باقی نہیں رہتا، بلکہ اس کے مزاج اور اثر میں تبدیلی آجاتی ہے، جیسا کہ کتبِ طب میں مفردات کے خواص مذکور ہیں، لیکن جب ان کو آپس میں ملا کر مرکب تیار کیا جائے، تو پھر اس کا اثر بالکل علیحدہ ہو جاتا ہے، یہ عمدہ اور سہل تقریر ہے اس قسم کے مواقع کے حل کرنے کے لیے۔

☆:...... مرنے کے بعد بعثت تک برزخ میں جو عبوری اور درمیانی دور ہے، اس کے لیے ''**عذاب القبر**'' کا عنوان ہے، مرنے کے بعد انسان جس حالت میں ہو، جہاں بھی ہو، ذرۂ خاک ہو، قطرۂ خون یا رماد ہو، بر میں ہو یا بحر میں ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے ملک اور علم اور قدرت سے باہر نہیں، اس لیے اس کو راحت یا عذاب دینا آسان ہے، عذابِ قبر کے مسئلہ پر اہل السنۃ اور اہل الاعتزال کا اجماع ہے سوائے بشر مریسی اور ذوارۃ بن عمرو کے کہ صرف یہ دونوں اس کے منکر ہیں۔ قرآنی آیات تقریباً اس بارے میں قطعی الدلالت ہیں اور احادیث متواتر ہیں۔ عذابِ قبر کا منکر کافر ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: میرے نزدیک اگر اصل عذاب سے مطلقاً انکار کرے تو کفر میں شک نہیں اور تفصیل و کیفیت میں اختلاف ہو تو کفر نہیں ہوگا۔ باقی معصیت اور طاعت جسم و روح دونوں کے اشتراک سے ہوتے ہیں، اس لیے عذاب اور راحت بھی دونوں کو ہوگا اور دونوں کے درمیان موت کے بعد بھی رابطہ قائم ہوتا ہے، موت سے انفصال تو ہو جاتا ہے، مگر انقطاع کلیۃً نہیں ہوتا۔ علماء نے روح کے جسم کے ساتھ تعلق کی پانچ اقسام لکھی ہیں: ایک: بحالتِ جنین جو سب سے کمزور تعلق ہے، دوسری: ولادت کے بعد، پھر یہ دو قسم کا ہے: ایک بحالتِ یقظہ، دوسرا بحالتِ نوم۔ چوتھی قسم: برزخ میں، اور پانچویں بعثت کے بعد حشر میں، اور یہ سب سے اقویٰ ہے، ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''**کتاب الروح**'' اور ہمارے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح فقہ اکبر'' میں اس کی تفصیل لکھی ہے۔ **(جاری ہے)**

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

مولانا رشید اشرف سیفی رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ ارتحال!

مولانا طلحہ رحمانی
میڈیا کوآرڈینیٹر وفاق المدارس العربیہ، صوبہ سندھ

مولانا رشید اشرف سیفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی حیاتِ مستعار کوعلم وعمل کی خدمت سے قیمتی بنا کر بروز منگل بعد نمازِ مغرب اسلامی تاریخ ۲۴ ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ موافق سن ۲۰۱۸ء کوسفرِ آخرت پہ روانہ ہو گئے ۔إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

افکارِ علم ومحقق خانوادۂ عثمانی کے معروف گھرانے کےچشم وچراغ، عالم باعمل، تحقیقِ علم کے زیرک مدرس، باکمال منتظم، بہترین استاذ، نسبتِ علم کی صفات سے متصف جامع شخصیت، تصنیف و تالیف کے خوگر، اکابرواساتذہ کے مزاج شناس، اپنے مادرِعلمی کے عشق سے سرشار، شعوروآگاہی کے بہترین مربی مولانا رشید اشرفؒ کی پیدائش ۱۹۵۷ء کوکراچی میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجدؒ کے آباء کا تعلق اصلاً برما سے تھا۔ سلسلۂ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے صاحبزادے محمد بن الحنفیہؒ تک پہنچتا ہے، جبکہ والدہ ماجدہ بنت مفتی اعظم مدظلہا کا سلسلہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ ان دونوں نسبی نسبتوں کو دیکھا جائے تو مولانا سیفیؒ نجیب الطرفین نسبت کے حامل تھے۔ آپ کے دادا کا نام سیف الملوک تھا، اس نسبت کی وجہ سے آپ ''سیفی'' کی نسبت لگاتے تھے۔ آپ کے آباءواجداد مشہور خلیفہ ہارون الرشید کے دور میں جزیرۂ عرب سے ہجرت کر کے برما میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔

چند انعام واعزاز

اپنی تعلیم کی ابتداء سے لے کر درسِ نظامی سے سندِفراغ اپنے خاندان کے لگائے ہوئے گلشن جامعہ دارالعلوم کراچی سے حاصل کی۔ آپ کا تعلیمی سفر بھی آپ کے دیگر اُمور کی مانند ممتاز رہا۔ تمام

درجات میں پوزیشن حاصل کر کے اپنے ہم عصروں میں ریکارڈ ساز طلبہ میں شامل تھے، خصوصاً تحصیلِ علم کے آخری سال کے مروجہ تینوں امتحانات میں اول پوزیشن حاصل کیں، جس میں بخاری شریف میں پچاس میں سے اکیاون نمبر حاصل کر کے ایک روایت بھی قائم کی، جس پہ آپ کے نانا اور عظیم مربی فقیہِ وقت مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے خصوصی انعام سے نوازا، اور فرمایا کہ: ہم تمہیں اس پوزیشن پہ نہیں، بلکہ بخاری شریف میں انعامی نمبر حاصل کرنے پر انعام دیں گے۔

مولانا سیفی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمی زندگی کے سفر کی تکمیل اُنیس برس کی کم عمری میں ہوئی اور اس کے بعد عملی زندگی میں قدم رکھتے ہوئے تدریس کا آغاز کیا۔ آپ کی تقرری پہ آپ کے عظیم المرتبت مربی نانا ؒ نے دستخط ثبت فرمائے۔ یہ حضرتؒ کی حیات کی آخری تحریری تقرری تھی، جو یقیناً مولانا سیفیؒ کے لیے باعثِ سعادت و نیک شگون اور ایک اعزاز ہے۔ آپ کے گھرانے کے کئی حضرات دینی و علمی مشاغل میں مصروف ہونے کے ساتھ جامعہ دارالعلوم کراچی سے منسلک ہیں، لیکن ان میں سے کسی کو بھی یہ شرف حاصل نہیں۔

آپ حافظِ قرآن نہیں تھے، لیکن آپ نے امام القراء شیخ التجوید حضرت اقدس مولانا قاری فتح محمد پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کو مسجدِ نبوی میں قرآن سنایا تو آپ کی بہترین تجوید اور حسنِ قراءت پہ آپ کو حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پچاس ریال انعام سے نوازا۔ انعام کی بات چلی تو یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ جب آپ نے اپنے ماموں حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ کے درسِ ترمذی کو مرتب کر کے علمی تحقیق کا تاریخی کارنامہ انجام دیا تو حضرت نے آپ کو تین ہزار روپے انعام دیا۔

آپ کو درجہ سادسہ میں میراث کی معروف شاملِ نصاب سراجی میں مہارت و دسترس حاصل ہونے کی وجہ سے دارالافتاء میں میراث سے متعلق آنے والے استفتاء کے جوابات لکھنے کی اجازت دی گئی تھی۔ اہلِ علم خصوصاً اہلِ مدارس اس اعزاز کی اہمیت کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

اکتسابِ فیض

آپ نے جن نابغہ روزگار ہستیوں سے کسبِ فیض کیا وہ علوم وفنون کے جوہرِ نایاب تھے، ان میں نمایاں چند نام یہ ہیں:

سابق مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، عالم ربانی حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ، محقق زمان شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ، استاذ المحدثین مولانا شیخ سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ، عارف وقت حضرت مولانا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاری رعایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ،

حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ، حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ۔

مذکورہ کبار علماء ومحدثین کے علاوہ جن مشاہیر سے اجازتِ حدیث حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا، ان میں جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ، محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ، خطیب العصر حضرت قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ، عالم ربانی حضرت مولانا عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد حسن مکی المالکی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عبقری علمی ہستیوں کے نام شامل ہیں، محترم مولانا سیفیؒ کی اجازتِ حدیث کی عالی سند سے اُن کے مقامِ علم وفضل کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

بہترین مدرس

۱۳۹۶ھ موافق ۱۹۷۶ء سے آپ نے تقریباً ۴۳ سال تک تسلسل کے ساتھ مستقل تدریسی میدان میں خدمات سرانجام دیں، اس دوران آپ نے درسِ نظامی کے چیدہ چیدہ علوم وفنون کی کئی کتب پڑھائیں، تدریسی زندگی کے تابناک سفر کا اختتام ''ختـامـهٗ مسک'' کی مانند ہے، ایامِ آخریں میں ترمذی شریف اور مشکوٰۃ شریف پڑھاتے پڑھاتے دنیا سے کامران چلے گئے۔ تعلیمی سفر کی مانند آپ کا تدریسی سفر بھی باکمال رہا۔ آپ کی زندگی پہ آپ کے تلامذہ کی مرتب کردہ ایک تحریر محترم برادرم مولانا راشد حسین زیدمجدہٗ نے عنایت فرمائی اور آپ کے فیض یافتہ دیگر دو تین احباب سے مولانا سیفیؒ کی تدریس کے حوالہ سے جو معلومات حاصل ہوئیں اس سے مزید آپ کی شخصیت کا یہ پہلو بھی قابلِ رشک صورت میں سامنے آیا۔ کمزور ذہنی استعداد کے طلبہ کو سبق کی تفہیم کرانا ایک بہترین مدرس کا کمال ہوتا ہے، مولانا سیفیؒ کی تدریسی خصوصیات کو آپ کے تلامذہ اس حوالہ سے منفرد اور ممتاز کمال کا بتاتے ہیں۔ آپ سے کسبِ فیض حاصل کرنے والے طالبینِ علم نے یوں لکھا:

مختصر مگر دلنشین انداز میں سمجھانے کا بہترین ڈھنگ، مشکل اور اہم مباحث کو مکرر ارشاد فرمانا، تعارض بین الاحادیث اور فقہی مباحث کو طلبہ کی ذہنی سطح کے مطابق ایسی ترتیب سے بیان کرنا کہ سبق کا پورا نقشہ ذہن میں سما جائے۔ علاوہ ازیں یہ درسی پہلو بھی قابل ذکر ہے کہ استاذِ محترم دقیق مسائل کے لیے حسی مثالوں اور بورڈ پر نقشوں سے مدد لے کر سبق اَز بر کرا دیتے۔ اُستاذِ محترم اولاً پوری عبارت سند کے ساتھ پڑھ کر ترجمہ کرتے، پھر جامع انداز میں تشریح فرما دیتے۔ یاد نہیں پڑتا کہ آپ سے کبھی حدیث کی کوئی سند یا ''قـال أبو عيسٰی'' کا کوئی عنوان چھوٹ گیا ہو۔ طالب علموں کے اشکالات سننے

میں خوب فراخ دلی سے کام لیتے اور لطیف نکتوں سے معترض کو مطمئن کردیتے۔

پابندیِ وقت کا خاص اہتمام فرماتے ، انتہائی اشد مجبوری میں سبق کا ناغہ ہوجاتا تو اگلے دنوں میں اس کی تلافی کردیتے۔ آپ کے تلامذہ نے بتایا کہ دیگر اساتذہ کی نسبت آپ کی پابندی سے آپ کے اوقات میں برکت اور نورانیت بہت نمایاں ہوتی تھی۔

طلبہ کی کثرت کے باوجود تمام تلامذہ کے ناموں سے صرف واقف ہی نہیں رہتے تھے، بلکہ ان کی صلاحیتوں سے بھی باخبر رہتے تھے، شفقت ایسی کہ والدین کی محبت کی کمی کا احساس تک نہیں ہوتا تھا، بعض طلبہ کے انفرادی احوال کا علم رکھتے تھے جس کی وجہ سے بعض مستحق طلبہ کے ساتھ مخفی طور پہ تعاون کرنے کی بات تواتر سے راقم کے علم میں آئی ، یہ تعاون مالی بھی فرماتے اور دیگر ضروریات بھی خاموشی سے پوری کردیتے تھے۔ آپ کے گھر کا دروازہ ہمیشہ ایسے طلبہ کے لیے کھلا رہتا تھا، بعض قابل طلبہ کی خوب حوصلہ افزائی فرمانا بھی معمول تھا۔ مولانا سیفیؒ سے فیضیاب ہونے والے احباب سے ان کی تدریس کی جامعیت اور تفہیم پہ کئی واقعات سن کر ان کی عظمت ورفعت کے کئی قابلِ رشک پہلو سامنے آئے جو یقیناً آپ کے لیے بڑا ذخیرۂ آخرت ہے۔

آپ کے فیض یافتہ دنیا بھر میں ہزاروں تلامذہ دین کے کئی شعبوں میں آپ کے علمی فیضان کو جاری رکھے ہوئے ہیں، جن میں کئی اساتذۂ حدیث، کئی بہترین منتظمین، کئی مبلغین، کئی واعظین، کئی مدرسین اپنے استاذ کے پڑھائے ہوئے سبق کو اگلی نسلوں میں منتقل کرنے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، ان ہزاروں میں کئی راقم کے قریبی احباب میں شامل ہیں۔

تصنیفی وانتظامی خدمات

مولانا سیفیؒ کو اللہ تعالیٰ نے علمی استعداد کے ساتھ اعلیٰ انتظامی وتصنیفی ذوق سے بھی نوازا ہوا تھا۔ آپ کو اپنی جواں عمری میں تدریس کے ساتھ بہترین انتظامی صلاحیتوں کی مقبولیت بھی حاصل رہی۔ اپنے مربی ماموں اور استاذ حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ کے درسِ ترمذی کو تحقیق وتدقیق کے مراحل سے گزار کر ایک تاریخی علمی شاہکار کو مرتب فرمایا۔ علماء وطلبہ میں یکساں مفید درسِ ترمذی کی قبولیت ومقبولیت مولانا سیفیؒ کی جہاں علمی وتصنیفی صلاحیت کا مظہر ہے، وہیں علم حدیث سے آپ کی مخلصانہ مناسبت کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ اُردو زبان کی چند مقبول شروحِ حدیث میں فی زمانہ درسِ ترمذی کو شہرہ حاصل ہے۔ قابلِ رشک گراں قدر علمی تحفہ کی صورت میں اب دنیا سے جانے کے بعد یقیناً آپ کے اعمال نامہ کے لیے ایک عظیم ذخیرہ ہے۔

آپ نے اپنے نسبتوں والے والد مولانا نور احمدؒ کی سوانح کو ''متاعِ نور'' کے نام سے تالیف وترتیب دی، واقعی وہ پڑھنے والوں کے لیے ایک متاع ہے، جس میں ایک صاحبِ نسبت کے کئی اہم احوالِ زیست کا ایک مجموعہ ہے۔

۲۴ ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ اور ۲۰۱۹ء کے پہلے دن بعد نمازِ ظہر جامعہ دارالعلوم کراچی کی عالی شان مسجد کے ساتھ مشرقی جانب متصل حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ العالی (نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان وصدر جامعہ دارالعلوم کراچی) نے نمازِ جنازہ کی امامت کرائی۔ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی تکبیرات کی آواز میں درد وغم کو ہزاروں شرکاء نے محسوس بھی کیا۔ دو روز قبل دارالعلوم کراچی میں وفاق المدارس کے پیغامِ مدارس علماء کنونشن میں اپنے صدارتی خطاب میں حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ نے مولانا رشید اشرفؒ کی طبیعت کی ناساز صورت حال پہ اُن کے لیے خصوصی دعاء بھی کروائی تھی، جس میں دارالعلوم کراچی کے لیے مولانا سیفیؒ کی انتھک محنتوں وکاوشوں پہ جس والہانہ انداز سے خراجِ تحسین پیش کیا، یقیناً وہ اس کے مستحق تھے۔

آج مولانا سیفیؒ کی نمازِ جنازہ میں سینکڑوں علماء کرام ومشایخ عظام، صلحاء واتقیاء وہزاروں آپ کے روحانی فرزندان سمیت مختلف طبقوں سے تعلق رکھنے والے بے شمار حضرات نے شرکت کی۔

ہمارے مخدوم محترم مولانا سیفیؒ کو آپ کے عظمتوں والے والدؒ اور آپ کے نانا عظیم علمی وروحانی ہستی مفتی اعظمؒ سمیت دیگر اولیاء اللہ واعزہ واقارب کے پہلو میں آپ کے فرزندوں مولانا طیب رشید اشرف اور محمد طاہر رشید اشرف سلمہما نے قبر میں اُتار کر سپردِ خاک کیا۔

مولانا سیفیؒ کی نسبی اولاد میں تین فرزند اور چار بیٹیاں ہیں۔ الحمد للہ! سب حفظ قرآن کی سعادت سے مشرف ہیں، بڑے صاحبزادہ مولانا طیب رشید اشرف سلمہٗ درس نظامی سے فارغ التحصیل ہیں، دوسرے بیٹے حافظ طاہر رشید اشرف سلمہ درجہ سادسہ اور سب سے چھوٹے حافظ مامون رشید اشرف سلمہٗ ابتدائی درجہ میں زیرِ تعلیم ہیں۔ دو صاحبزادیوں کی شادیاں ہو چکی ہیں۔

اپنے علمی وروحانی فرزندوں کی شکل میں اپنے وارثین کی بہت بڑی تعداد اور اپنے کئی چمکتے کارناموں کے نقوش بھی چھوڑ گئے ہیں۔

.....❁.....❁.....❁.....

شبِ معراج کی تعیین اور مخصوص عبادات کا حکم

ادارہ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

کیا شبِ معراج ۲۷ رجب کو ہے؟ اور کیا اس رات کی کوئی خاص عبادت ہوتی ہے؟ اگر ہوتی ہے تو وہ کیا ہے؟ تفصیلی جواب سے نوازیں۔ شکریہ

مستفتی: محمد قاسم

الجواب حامدًا ومصلیًا

واضح رہے کہ حتمی طور پر یہ بات طے نہیں ہے کہ معراج کس مہینہ اور کس شب میں پیش آئی۔ اپنی طرف سے متعین کر کے کسی رات کو شبِ معراج قرار دینا درست نہیں ہے۔

نیز اس شب میں خصوصیت سے کوئی الگ نماز یا عبادت کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اور خصوصیت کے ساتھ اس رات میں عبادت کا اہتمام کرنا اور لوگوں کو ترغیب دینا درست نہیں۔

لہٰذا صورتِ مسؤلہ میں ۲۷ رجب کو حتمی طور پر شبِ معراج کہنا درست نہیں، بلکہ شبِ معراج کے بارے میں چند اقوال منقول ہیں:

بعض نے ۱۲ ربیع الاول، بعض نے ۱۷ ربیع الاول، بعض نے ۲۷ ربیع الاول، بعض نے ۱۷ ربیع الآخر، بعض نے ۲۷ ربیع الآخر، بعض نے ۲۷ رجب، بعض نے ۱۷ رمضان، بعض نے ۲۷ رمضان اور بعض نے ۲۷ شوال کو شبِ معراج قرار دیا ہے۔

ان اقوالِ کثیرہ میں سے کسی تاریخ کے لیے کوئی وجہِ ترجیح نہیں، چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

''وقد اختار الحافظ عبد الغني بن سرور المقدسي في سيرته أن الإسراء كان ليلة السابع والعشرين من رجب وقد أورد حديثًا لايصح سندهٗ ، ذكرناه في فضائل شهر رجب ۔'' (البدایۃ والنہایۃ، ج:۳،ص:۱۰۹)

اسی طرح اس رات میں کوئی خاص عبادت بھی مشروع نہیں۔ اس رات کو عبادت کی رات سمجھنا اور اس رات میں عبادت کا کوئی خاص طریقہ متعین کرنا اور اُسے مسنون سمجھنا شریعت کے مطابق نہیں، اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ مواہبِ لدنیہ مع شرح زرقانی میں ہے:

''(وأما ليلة الإسراء فلم يأت في أرجحية العمل فيها حديث صحيح) أراد به ما يشمل الحسن بدليل قوله (ولاضعيف ولذٰلک لم يعينها النبي صلى الله عليه وسلم لأصحابه ولاعينها أحدمن الصحابة رضي الله عنهم بإسناد صحيح ولاصح إلى الآن ولا) يصح (إلٰى أن تقوم الساعة فيها شيء) لأنهٗ إذا لم يصح من أول الزمان لزم أن لايصح في بقيته لعدم إمكان تجدد واحد عادةً يطلع على ذٰلک بعد الزمن الطويل، وهٰذا لايشكل عليه ما قيل: إنهٗ كان ليلة سبع عشرة أو سبع وعشرين خلت من شهر ربيع الأول أو بسبع وعشرين من رمضان أو من ربيع الآخر أو من رجب، واختير، وعليه العمل لأن ابن النقاش لم ينف الخلاف فيها من أصله وإنما نفى تعيين ليلة بخصوصها للإسراء وإنها أصح (ومن قال فيها شيئًا فإنما قال من كيسه) أي من عند نفسه دون استناد لنص يعتمد عليه (لمرجع ظهر له استانس به) لما جزم به (ولهٰذا) أي عدم اتيان شيء فيها (تصادمت الأقوال فيها وتباينت ولم يثبت الأمر فيها علٰى شيء ولو تعلق بها نفع للأمة ولو ذرة) أي شيئًا قليلا جدا (لبينهٗ لهم نبيُهم صلى الله عليه وسلم) لأنهٗ حريص علٰى نفعهم.''

(زرقانی علی المواہب، ج:۸،ص:۱۸، دار الکتب العلمیۃ)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ	الجواب صحیح	الجواب صحیح
مدثر احمد صدیقی	محمد انعام الحق	ابوبکر سعید الرحمٰن
تخصصِ فقہِ اسلامی		

جامعہ علومِ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....